پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں

اور

علمائے حق

از

علامہ خلیل اشرف صاحب اعظمی قادری

انتساب

اِسلام کے اُن جگمگاتے ستاروں

کے نام جنہیں تعصّب کے

اندھیروں میں دھکیل دِیا گیا۔

فہرست مضامین

کتاب سے پہلے کتاب اللہ کا مطالعہ کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غور سے سنئے

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

پ ۲۳ سورہ الزمر آیت نمبر ۱۷، ۱۸

خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ اور یہی عقل والے ہیں۔

کافروں سے دوستی

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۸۰، ۸۱

تم ان میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بری چیز ہے جو خود انہوں نے اپنے لئے مہیا کی یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے — اور اگر انہیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا

کافروں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

اگرچہ اپنے ہی ہوں

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط

پ ۲۸ سورہ المجادلہ آیت نمبر ۲۲

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

ممنوع ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۔

پ ۲۸ سورہ الممتحنہ آیت ۱

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔

کافروں کے دوست خدا کے دوست نہیں

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ (پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۸)

مسلمان کافروں کو دوست نہ بنالیں مسلمان کے سوا۔ اور جو ایسا کریگا اسے اللہ اور
اس کے رسول سے کچھ تعلق نہ رہا۔

ظالموں کی طرف مائل بھی نہ ہو

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ

پ ۱۲ سورہ ہود آیت نمبر ۱۳

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں (دوزخ) آگ چھولے گی اور اللہ کے سوا
تمہارا کوئی حمایتی نہیں پھر مدد نہ پاؤ گے۔

دورخی اختیار نہ کرو

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ
الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۸

منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو
چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا اُن (کافروں) کے پاس عزت
ڈھونڈتے ہیں ساری عزت تو اللہ کے لئے ہے۔

کافروں اور بدمذہبوں کو رازدار نہ بناؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ
وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ
اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

پ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۱۸

اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار مت بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں درگذر نہیں
کرتے ان کی آرزو ہے کہ تمہیں ایذا پہنچے۔ عداوت و دشمنی ان کی باتوں سے جھلک
اٹھی ہے اور وہ جو سینہ میں چھپاتے ہیں (اس سے بھی) بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں
تمہیں کھول کر بتادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

علماء کا فرض

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّ اَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ
عِلْمَهٗ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ
النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

جب فتنے یا فرمایا گمراہیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو فرض ہے کہ
عالم اپنا علم ظاہر کرے۔ اور جو ایسا نہ کریگا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں
کی لعنت ہے اللہ اس کا فرض قبول کریگا نہ نفل۔

رواہ الامام الخطیب البغدادی فی "الجامع بین آداب الراوی والسامع"۔

اظہار حقیقت اور مقام عبرت

ممتاز ماہر تعلیم جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی ذات گرامی پاک و ہند کے اہل علم کیلئے [illegible] تعارف نہیں آپ فرماتے ہیں۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے جو کمالات تھے ان کا تذکرہ تاریخ میں نہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تاریخ [illegible] انصاف نہیں کیا۔ یا تاریخ انصاف نہیں کرنا چاہتی۔ بلکہ ہمارے پاس مواد کی کمی تھی [illegible] ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں حضرت کے خیالات کے متعلق بہت کم [illegible] اس کی وجہ یہ ہے کہ وعظ و تبلیغ صرف تقریری طور کی گئی۔ تحریری کام بہت کم کیا گیا [illegible] میں انکے عقیدت مندوں کا قصور زیادہ ہے۔

(۲) جب میں علمائے پاکستان کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جو کچھ تحریک [illegible] بارے میں اب تک لکھا گیا ہے۔ وہ سب یکطرفہ ہے اس موقع پر میں نے شاہ فرید الحق [illegible] رجوع کیا اور کچھ مواد حاصل کیا تب جا کر کہیں اپنی کتاب میں تذکرہ کر پایا۔

(۳) ملک و وطن ثقافت یا زبان قومیت کی بنیاد نہیں۔ بلکہ قومیت کی بنیاد عقیدت اور [illegible] عبادت ہے اور ایمان کسی رنگ و نسل کا پابند نہیں۔ یہی بات مولانا احمد رضا نے مسلمانوں کو بتائی اور باطل نظریات کے خلاف اپنے ہزاروں خلفاء اور شاگردوں کیساتھ جہاد جاری [illegible] نہ میرا یہ مقام ہے نہ میری اتنی قابلیت ہے کہ میں کچھ کہہ سکوں کیونکہ انکے سامنے [illegible] یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد زانوئے ادب تہہ کرتے تھے!

(۴) شاہ احمد رضا نے حقائق کو جان لیا تھا۔ میں خود تحریک ترک موالات میں شامل تھا [illegible] آج جب میں دیکھتا ہوں تو تمام واقعات میری آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس وقت ایک ہی نگاہ دوربین تھی جو جانتی تھی کہ مسلمانوں کا تصادم انگریز [illegible] کی بجائے ہندوں سے ہوگا اور اُن کا موقف درست ثابت ہوا۔

(۵) اعلیحضرت نے مولانا عبدالباری فرنگی (محلی) کو خطوط لکھے اور انھیں کہا کہ مسلمان حد اعتدال سے بڑھ گئے ہیں [illegible] ان سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح مولانا شوکت علی کو لکھا کہ "کام کرتے ہو تو اسلام ترک نہ کرو" اور اصولوں پر قائم رہو!

(امام احمد رضا ص۱۲ ہفت روزہ افق کراچی ۱۹ تا ۲۵ فروری ۱۹۷۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

[illegible]وں سے یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جاتی جس میں وہابیان ہند کی "تحریک جہاد" [illegible] آزادی ہند ۱۸۵۷ء سے لیکر "تحریک قیام پاکستان" تک کے احوال و واقعات کا حقائق و شواہد [illegible] میں بے لاگ اور بھرپور تجزیہ ہوتا۔ بہر صورت کتاب "پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکات اور علمائے [illegible]" اسکے بہت سے مندرجات قارئین کو حیرت انگیز معلوم ہونگے۔ مگر کیا کیا جائے کہ یہ تمام حیرتناک [illegible] کرکے" مؤرخین نے تحریر فرمائی ہیں۔

آپ شاید اندازہ بھی نہ فرما سکیں کہ اس قسم کے موضوعات پر قلم اٹھانا پل صراط پار کرنے سے کچھ کم نہیں ہوتا [illegible] جانگداز حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانے میں نہ جانے کتنی راتیں گزر جاتی ہیں [illegible] رہتی ہے۔ حوالوں کی تلاش و جستجو ایک مستقل صبر آزما مسئلہ ہوتا ہے۔ اور انتہائی دردناک [illegible] ہوتے ہیں جب ناکردہ گناہوں کے الزام میں جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اہل قلم کی بے انصافی [illegible] لگتا ہے۔ اس وقت رہوار قلم کو سنبھالنا بڑا ہی دشوار مرحلہ ہوتا ہے۔

[illegible] یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

[عق]یدت نے تاریخ کو مسخ کر دیا

ان حقائق کے باوجود کہ تحقیقات کسی کی جاگیر نہیں دنیا کے ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی موضوع پر بھی تحقیق کر [illegible] ہے۔ جناب مسعود عالم ندوی اور ان جیسے اہل قلم خاصے برہم نظر آتے ہیں۔ چنانچہ خود جناب مسعود عالم [ص]احب ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" میں جناب ابوالحسن علی ندوی کی کتاب [سیرت] سید احمد شہید" کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

> مگر افسوس ہے کہ میرے عزیز ترین دوست اور میرے بھائی کا طریق نظر و فکر خالص عقیدت مندانہ ہے اور انہوں نے بزرگوں کی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں سے نگاہ بچا کر نکل جانے کی کوشش کی ہے
>
> (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۱۵)

مورخ کی برہمی

اور کیا یہ ممکن نہیں کہ وہی عقیدت و ارادت خود جناب مسعود عالم صاحب [illegible] بلکہ کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" کے مطالعہ کے بعد یہ امکان [illegible] بدل جاتا ہے۔ اور کتاب کے لب و لہجہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود جناب مسعود عالم صاحب [illegible] و ارادت کی کس منزل پر کھڑے ہیں۔

> ایک طرف ان نفوس قدسیہ کی قربانیاں اور فداکاریاں ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کے بے شرم مسلمانوں کی طرف سے "تکفیر و تفسیق" کا صد سالہ لٹریچر جو بدایوں سے مدراس تک پھیلا اور اب تک پھیلایا جا رہا ہے "تو اب تکفیر کی تلوار کند ہو چکی ہے" خانقاہوں میں بیٹھ کر جوگیوں کی طرح مالا جپنے والے "سید احمد اور اسمٰعیل شہید" جیسے مجاہدین امت پر کفر کے فتوے لگائیں .... اور بدنصیبی یہ ہے کہ ان بدبختوں نے آج تک ان نیک بندوں کو معاف نہیں کیا۔
>
> ـــــ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۳۶

اور اس عبارت کا حاشیہ بھی بطور وضاحت ملاحظہ فرماتے چلیں

> ان لوگوں کو بدبخت کے علاوہ اور کیا کہا جائے ریگ کے تودے کو کوہِ دماوند کہنا راقم کے بس کی بات نہیں اور اگر یہ جرم ہے تو عاجز کو اس کا اعتراف ہے
>
> ـــــ (حوالہ مذکور)

اور اس کتاب کے ص۵ پر تو جناب ندوی کی برہمی اور نازک مزاجی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی [illegible] اور ثقاہت کا مقدس خول اترتا ہوا نظر آتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں

> باطل کو حق کہنا۔ یا اسکے مقابلے میں مدارات و مداہنت سے کام لینا راقم کے بس سے باہر ہے ہم باطل کو بہر حال باطل کہینگے خواہ دنیا والوں کو اچھا لگے یا برا بندۂ حق کیلئے "تودۂ ریگ کو کوہِ دماوند" کہنا بہت مشکل ہے رسالہ جامعہ کے تبصرہ نگار نے زبان اور طرز انشا کی "سوقیت" کی شکایت کی ہے۔
>
> افسوس کہ ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ باقی اپنا اپنا ذوق ہے
>
> ـــــ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۵

اب ندوی صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ ان حالات کے پیش نظر ان کے خود ساختہ "تودۂ ریگ کے [illegible]" کو "کوہ دماوند" کون کہے گا حق گوئی و حق پرستی میں دوسرے لوگ کچھ کم تو نہیں ہیں۔ اب اسے کیا [کہا جائے] کہ جناب ندوی کو دوسروں کی راست گوئی بھی زہر معلوم ہوتی ہو۔ جناب ندوی اپنی اس کیفیت [کے متعلق] خود ہی لکھتے ہیں۔

> لیکن اپنی اس بدنصیبی کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے۔ دل میں ایک ہوک اٹھتی ہے اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے جب کسی ملاں کے فتوے اور خوانین سرحد کی غداری یاد آتی ہے۔
>
> ـــــ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۴۲

کیا جناب ندوی کو علم نہیں کہ جب برہمی اور غیظ و غضب سے آنکھوں میں خون اتر آئے [تو بص]ارت ختم ہو جاتی ہے اور بصیرت کا بھی کہیں دور دور پتہ نہیں چلتا۔ ظاہر ہے کہ ایسے مغلوب [الغض]ب شخص سے کسی دانشمندی اور عدل و انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

علم و حلم کا تقاضہ تو یہ ہے کہ فریق ثانی کے نظریات بھی سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اور فراخدلی [سے] انکے استدلال پر بھی غور کیا جائے صرف اپنی ہی کہے جانا اور کسی کی نہ سننا کوئی معقول بات نہیں [illegible] "تو اپنا اپنا ذوق ہے" کا عمل دخل ہے۔ ان حالات میں غیر جانبدارانہ تحقیق اور منصفانہ [illegible] کی کہاں گنجائش باقی رہتی ہے جناب ندوی خود ہی لکھتے ہیں۔

> راقم کا عجیب حال ہے جہاں مجاہدین راہ حق کا ذکر آیا وہ تمام اگلی اور پچھلی بے انصافیاں اور غلط بیانیاں ایک ایک کرکے یاد آنے لگتی ہیں۔ جو ارباب ہوا و ہوس نے ان بزرگوں کے متعلق روا رکھی ہیں اور رہوار قلم بے قابو ہونے لگتا ہے
>
> ـــــ کتاب مذکور ص۵۱

[سو]ال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا ندوی کے ان بزرگوں کے متعلق کن لوگوں نے افواہیں اڑائی ہیں اور کن [لوگوں] نے غلط بیانیاں کی ہیں۔ اور کیوں۔

اس باب میں ہم علی رؤس الاشہاد کہہ سکتے ہیں کہ مجاہدین کے سوانح نگار اور تذکرہ نویس تاریخ [illegible] لیکر پہلی اسلامی تحریک اور اس سے ماقبل و مابعد تقریباً سبھی سید صاحب اور مولوی

محمد اسمٰعیل صاحب ہی کے مداح اور ثنا خواں تھے۔

چنانچہ جناب شیخ محمد اکرام موج کوثر میں اس کا اعتراف فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> اس افسوسناک انقلاب احوال کا تجزیہ کرنا اور اسکے اسباب وبواعث ڈھونڈنا تاریخ نگار کا تلخ فرض ہے لیکن آج یہ کام کسی قدر آسان ہوگیا ہے۔ ابھی تک اس سانحہ کے متعلق فقط سید صاحب کے عقیدت مندوں کے بیانات ملتے تھے (جنکی ترجمانی عہد حاضر میں مولانا مہر نے بڑے جوش وجذبہ سے کی ہے) لیکن اب افغان نقطۂ نظر کا تھوڑا بہت اظہار بھی سامنے آگیا ہے۔
>
> (موج کوثر شیخ اکرام ص ۳۰)

پھر بھی ؎ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر۔

آخر "گھر کے" اُن مصنفین کی گرفت کیوں نہیں کیجاتی۔ جو بے پر کی اُڑاتے رہے۔ اور معتقد ... بجالاتے رہے۔ ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ غلطیوں پر متنبہ کرنیوالے مردان حق کو ... کا فسول زدہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور انگریزوں کی دعوت آڑانیوالوں کو کچھ نہیں کہا جاتا۔

تمہیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

...ی بات تکفیر وتفسیق کی تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا بھی بھرپور جائزہ لینگے۔ اور دیکھینگے کہ ... میں کیا ہو رہا تھا۔ اور بطور جواب آں غزل یہ بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ "تودۂ ریگ اور کوہ ..." مطلب واضح ہوجائے۔ ؎

ولیکن گر بایں ناداں بگوئی ٭ خرے را اسپ تازی گو نگویم

جہاد کا نصب العین

آیئے دیکھتے ہیں کہ جناب سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی محمد ... صاحب دہلوی کی تحریک جہاد کا نصب العین کیا تھا۔ آپ ... کہ مقصد جہاد میں بھی یہ حضرات مؤرخین سخت اضطراب کے شکار ہیں۔

جناب مسعود عالم صاحب ندوی فرماتے ہیں

> پچھلے دو تین برسوں میں حضرت سید شہید اور انکی تحریک تجدید وجہاد کے متعلق جہاں اور غلط بیانیاں کی گئی ہیں وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سید صاحب کی جماعت دہلی کی سلطنت

> کی کمزوری دور کرنے کیلئے کھڑی ہوئی تھی۔ حالانکہ سید صاحب اور انکے مقصد جہاد کی اس سے زیادہ اور کوئی تنقیص نہیں ہوسکتی۔
>
> سید صاحب مکمل اسلامی نظام کے داعی تھے۔ دہلی کی حکومت کو انکے بلند مقاصد سے کیا نسبت کون نہیں جانتا کہ دہلی کی حکومت خاندانی، شخصی حکومت تھی۔ اور خلافت راشدہ کے نمونے پر حکومت الٰہی کی تاسیس کرنا سید صاحب کا نصب العین تھا
>
> (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۴۵-۴۶)

یہاں یہ لکھنے میں شاید کوئی مضائقہ نہ ہو کہ اس قسم کی بوکھلا ہٹیں صرف سید صاحب کے مداحین ... سرزد ہوتی ہیں۔ اور تاریخ کے رُخ کو حسب ضرورت موڑتے رہتے ہیں۔ دہلی کی مسلمان حکومت ... مرکزیت سے یقیناً سید صاحب اور انکے ہمنواؤں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ البتہ یہ لوگ انگریزوں ... کھایا کرتے اور گن گایا کرتے تھے۔ اسکے باوجود ندوی صاحب کا پورا طبقہ اس بات پر مصر ... سید صاحب ہی نہیں بلکہ آپکے جملہ متعلقین از اول تا آخر تحریک حریت کے سرفروش مجاہد تھے۔

مقصد جہاد کی ایک اور کہانی

یہ دعویٰ کہ "سید صاحب کی دعوت خالص کتاب وسنت کی دعوت تھی" اور ندوی صاحب کا یہ ارشاد کہ سید صاحب ... مقصد اور نصب العین خلافت راشدہ کے نمونے پر حکومت الٰہی کی تاسیس کرنا تھا۔ یقیناً قابل رشک ... اور ہمیں اسے تسلیم کرنے میں بھی کوئی جھجھک محسوس نہیں ہوتی۔ مگر جناب مولانا حسین احمد صاحب ... کی خود نوشت سرگذشت "نقش حیات" میں کچھ اور ہی کہا ... تے ہیں جس سے ندوی صاحب ... کردہ نظریہ کی نفی ہوتی ہے۔ جناب مدنی تحریر فرماتے ہیں

> سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزوں کے تسلط واقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جسکے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر آپنے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف اُنھیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کردینا ہے۔ اسکے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہونگے ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں حکومت کرینگے۔
>
> (نقش حیات ص ۴۱۹ مولانا حسین احمد مدنی)

چنانچہ اسی سلسلے میں سرحد سے ریاست گوالیار کے مدار المہام اور مہاراجہ دولت راؤ سندھیا کے وزیر اور برادر نسبتی راجہ ہندو راؤ کو جو آپ نے خط تحریر فرمایا تھا وہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے اس اصلی عزائم اور ملکی حکومت کے متعلق آپکے نقطۂ نظر پر روشنی پڑتی ہے ص۴۱۹ اور پھر مولانا حسین احمد صاحب مدنی سید ابوالحسن صاحب ندوی کی کتاب "مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا" کے حوالہ سے وہ خط بھی نقل فرماتے ہیں۔

> وقتیکہ میدان ہندوستان از بیگانگان خالی گردیدہ و تیر سعی الیشاں بر بدن مراد رسیدہ آیندہ مناصب ریاست و سیاست بطالبین آن مسلّم باد یعنی جبوقت ہندوستان ان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائیگا اور ہماری کوششوں کا تیر مراد کے نشانوں تک پہنچ جائیگا حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے جن کو انکی طلب ہوگی
>
> (نقش حیات ص۴۲۰)

کیا یہ ارشادات انھیں کے متعلق نہیں جن کا دہلی کی کمزور حکومت کیلئے اٹھنا انکے عظیم مقصد کی توہین تھی اور یہاں پورا ثمرۂ جہاد ہندؤں کو بخش دینے کیلئے تیار ہیں۔ جناب مدنی اپنی اسی کتاب میں اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

> ہندؤں سے اختلاف مذہب کی بنا پر آپکو پرخاش تو کیا ہوتی آپ کمپنی کے ہاتھوں مظلومیت اور پامالی میں ہندو اور مسلمان دونوں کو یکساں جانتے تھے اور جہاد سے آپکی غرض دونوں کو ہی اجنبی اقتدار کی مصیبت سے نجات دلانا تھا۔ کامیاب ہونے کے بعد ملکی حکومت کا نقشہ کیا ہوگا اسکا فیصلہ آپ طالبین مناصب ریاست و سیاست پر چھوڑتے ہیں۔
>
> مگر ہندؤں کو اطمینان ضرور دلاتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی کوششوں کو اپنی ریاست کی بقا کے مستحکم ہونیکا باعث سمجھیں ..... بیشک سید صاحب جگہ جگہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دین رب العلمین کی خدمت کا ذکر کرتے اور اسی کو اپنی مساعی کا محرک بتاتے ہیں۔ لیکن آپ خوب سمجھتے ہیں کہ اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ صرف یہی نہیں ہے کہ ۔ ایک فرقہ وار گورنمنٹ قائم کیجائے اور خود حاکم بنکر دوسرے برادران وطن کو اپنا محکوم بنایا جائے ـــــ بلکہ اس کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے کہ برادران وطن کو سیاسی اقتدار میں

> برابر شریک کر کے اسلامی فضائل اخلاق سے انکے دلوں کو فتح کیا جائے۔
>
> اقلیت واکثریت کے مسئلہ کی کوئی پیچیدگی آپ کے ذہن میں نہیں تھی کیونکہ آپکے نزدیک دونوں بے حقیقت چیزیں تھیں۔ جو اپنے عمل میں سب سے زیادہ پرجوش، فداکار، سرگرم اور مخلص و دیانتدار ہوگا امامت اور لیڈرشپ اسکے ہاتھ میں ہوگی خواہ وہ اقلیت کے فرقہ سے تعلق رکھے یا اکثریت کے فرقہ سے
>
> (نقش حیات ص۴۲۱)

یہ ہے جہاد فی سبیل اللہ "خالصۃ لوجہ اللہ" کی المناک غرض وغایت۔ جو بقول ندوی صاحب کتاب وسنت کے عین مطابق تھی۔ اگر غور کیا جائے اور جناب حسین احمد صاحب مدنی کی تشریحات کو مد نظر رکھا جائے تو اس جہاد کا راستہ کتاب سنت سے ہوتے ہوئے بھارت کے موجودہ نظام سیکولر سٹیٹ تک پہنچتا ہے۔ تعجب ہے کہ سید صاحب کے مداحین پھر بھی اسے خالص جہاد فرماتے ہیں۔

ندوی صاحب فرمائیں کہ ہم لوگ کیا کریں۔ آپ کی توضیحات قبول کریں، یا دیوبند کے شیخ الحدیث کی تشریحات کو مانیں مذکورہ مندرجات سے کئی اہم خیال سامنے آرہے ہیں مثلاً یہی کہ دہلی کی حکومت کو قبول نہیں کیا جا سکتا! کیونکہ وہ خاندانی اور شخصی تھی۔ مگر ہندو راجاؤں کو یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ وہ ریاست کی بنیاد کو مضبوط و مستحکم سمجھیں۔ اور یہ بھی غور کرنیکی بات ہے کہ "حکومت علی منہاج النبوۃ" کی بات اسوقت کہاں جا پہنچتی ہے جب کہ اس خالص جہاد سے حاصل کردہ حکومت الٰہی کو مولانا مدنی فرقہ وار گورنمنٹ قرار دیتے ہیں اور مؤرخین حضرت خلافت راشدہ کا نمونہ بنانے پر اصرار فرماتے ہیں۔

کیا اس طبقہ کا کوئی ایسا فرد ہے جو اس "فرقہ وار گورنمنٹ" کی وضاحت کر سکے! ۔ سچ یہ ہے "برادران وطن" دوسرے لفظوں میں ہندؤں کی ہوا خواہی اور حمایت نے مولانا مدنی سے ایسی ایسی باتیں کہلوائی ہیں جنھیں پڑھ کر ایک مخلص مسلمان لرز اٹھتا ہے۔

اب مولانا مدنی سے کون پوچھے کہ حضرت خیر القرون (دور رسالت میں) اور پھر دور خلافت میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور انکے اطراف وجوانب میں مشرکین ویہود اور نصاریٰ آباد تھے یا نہیں اور کیا آپکی اصطلاح میں وہ "برادران وطن" تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو انھیں کیوں اسلامی حکومت میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیا آپ اس حکومت کو "فرقہ وار گورنمنٹ" کہہ سکتے ہیں!

ہمیں قرنِ اول میں کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ حکومت برادرانِ وطن کے سپرد کر کے اخلاق [illegible]
کی مار دی جا رہی ہو ؂ نہ دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ علمائے کرام کے اس نیشنلسٹ طبقے نے اپنے اسلامی اخلاق [illegible]
کتنے "برادرانِ وطن" کو دوزخ سے نجات دلائی ہے؟ اسکے خلاف اگر تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا [illegible]
تو بات بالکل برعکس نظر آتی ہے مثلاً یہ کہ مزارات کے بجائے، سمادھی پر پھول چڑھانا، میلاد کے
بجائے رام لیلا کی تیاری کرنا۔ یا رسول اللہ کے بجائے، گاندھی جی کی جے پکارنا۔ درود [illegible]
کے بجائے۔ بندے ماترم کے ترانے گانا۔ رواداری میں ذبیحہ گاؤ کو ممنوع قرار دینا وغیرہ وغیرہ
؂ پھر بھی کہتے ہو بھول جاؤ مجھے بخدا میرے بس کی بات نہیں

بات شخصی حکومت کی

رہی بات شخصی حکومت کی تو یقیناً اس حکومت کو خلافت [illegible] منہاج النبوۃ" نہیں کہہ سکتے۔ مگر عرف عام میں اسے اسلامی حکومت تو کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہیں تو مسلمانوں کی حکومت ہی کہہ لیجئے ورنہ تیرہ صدیوں کا طویل داستہ تاریکیوں میں گم ہو جائے گا۔ دور بنو امیہ، دور بنو العباس، دور عثمانی ترکی، "جسکے [illegible] خلافت چلائی گئی۔ اور پھر فاطمیوں، علویوں، سلجوقیوں، غوریوں، غزنویوں، مغلوں، افغانوں کے متعلق بھی دریافت کیا جائیگا کہ انکے متعلق کیا فرماتے ہیں علمائے دین!

اور پھر ان سب کے بعد ہم یہ بھی پوچھینگے کہ حکومت سعودیہ عربیہ کے متعلق آپ کے کیا خیالات [illegible] گے جسکے احیائے قرآن وسنت کا نقارہ پورا قافلہ بڑے شد ومد سے بجا رہا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل جناب شورش سے سنئے وہ کیا فرماتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے بھی ساری عمر اسی مکتبۂ فکر کی نمائندگی ہمنوائی فرمائی ہے۔ اور موصوف کبھی علمائے دیوبند کی صف اول کے جانبازوں میں تھے۔ اور آخری عمر میں جناب مودودی صاحب اور ان کی جماعت سے بڑا گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ جناب شورش کی اس جرأت پر علمائے دیوبند اتنے برہم ہوئے اور انکے خلاف ایسی دل آزار زبانیں [illegible] لیں کہ وہ ان علمائے کرام کے ساتھ جنت میں بھی جانے کیلئے تیار نہ تھے۔

اور جب پانی سر سے گذر گیا اور الزامات وبہتان کی یلغار حد سے گذر گئی، تو بامر مجبوری انہوں نے بھی رہوار قلم کی باگ ڈھیلی کر دی۔ جناب شورش گھر کے بھیدی تھے ان مقدسین کو گھر پہنچا کر [illegible]

[illegible] ہر سازش کو بے نقاب کیا۔ نہ حکمرانِ نجد کی شمشیر براں، نہ علمائے دیوبند کے دھار دار فتاوے [illegible] مودودی صاحب جیسے لوگوں کی ہلاکت خیز تحریریں انکے سدِّ راہ ہوئیں۔ فرماتے ہیں

> سعودی حکومت قرنِ اول کی حکومت نہیں! آجکی بادشاہت ہے۔ بادشاہت منشائے نبی نہیں۔ قیصر وکسریٰ کی یادگار ہے اور ہم نے اپنے لئے اسے مشرف باسلام کر لیا ہے۔
>
> شب جائیکہ من بودم ص۶۹ شورش کاشمیری

جناب شورش علمائے دیوبند سے متعلق ہونیکے باوجود قبروں کا انہدام اور آثار مقدسہ کی پامالی [illegible] کو [illegible] اٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

> جو لوگ اسکا نام قرآن وسنت کے احکام رکھتے وہ خود کس منہ سے تاج شہی پہنتے۔ اونچے اونچے محل بناتے محمد عربی کی دولت سمیٹتے اور اسکا نام خزانہ شاہی رکھتے ہیں جس ذاتِ اقدس کے صدقہ میں عزتیں پائی ہیں انکے آثار اقدس کی یہ بیحرمتی!
>
> یہ قرآن وسنت نہیں اہانت اور صریح اہانت ہے۔ اللہ کی زمین اور انکے دفینے اس کی مخلوق کے مال ہیں کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ انسان کا گلہ بنا لے، خود چرواہا بن بیٹھے، گوشت کھائے کھالیں بیچ ڈالے ـ موت کسی کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ جو موت کی اسطرح ہتک کر رہے ہیں ..... لیکن جنت معلیٰ میں وہ لوگ سوئے ہیں جو ہمیں زندہ کر گئے، ہمیں بقا دے گئے۔ جو نہ پھیر کر شاہوں پر نگاہ کرتے تو انکی گودڑیوں سے خلعت فاخرہ کانپ اٹھتے تھے۔ سعودی حکومت عشق اور شرک میں فرق نہیں کر سکی ہے۔
>
> شب جائیکہ من بودم ص۲

[illegible]قبروں کا استیصال

سید صاحب کے جہاد کے منجملہ مقاصد میں قبر پرستی کا استیصال بھی تھا چنانچہ جناب مسعود عالم صاحب ندوی اپنی کتاب "[illegible]ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" میں "دعوت اور مشن" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

سید صاحب کی دعوت خالص کتاب و سنت کی دعوت تھی بدعت و شرک کا ...
اُن کا مشن تھا۔ وہ دینِ محمدی میں عہد فاروقی کی پاکیزگی اور شوکت پیدا کرنا چاہتے
تھے توحید خالص کی تبلیغ قبر پرستی کا استیصال مراسم تعزیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ
پھینکنا اور نکاح بیوگان کی ترویج اُن کی دعوت کے اہم اجزا تھے۔

ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۳۷

مسلمانوں پر قبر پرستی کا الزام نہایت سنگین الزام ہے۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی ...
ہیں کہیں بھی قبر پرستی نہیں ہوتی مزار اور صاحب مزار کے احترام اور فاتحہ خوانی کو پرستش ...
تعبیر کرنا بہت بڑا المیہ ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی استعمال ...
مزارات کو منہدم اور پامال کرنا انتہائی بربریت ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تمام وہابی ...
توحید کے فروغ کیلئے قبروں کے انہدام اور استیصال کو جزوِ ایمان بنا رکھا ہے۔ اور ہم ...
کہہ سکتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کی قبروں کے انہدام میں یہی جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ وہابیاں ...
حجازِ مقدس پر غلبہ و استقلال کے بعد جشنِ فتح قبروں کی پامالی ہی سے شروع کیا تھا۔

یہاں یہ بحث نہیں کہ اسکی شرعی حیثیت کیا ہے (اس باب میں علمائے کرام ...
لکھا ہے کہ مزید کی ضرورت باقی نہیں رہتی) میں تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے ...
اور اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کے بارے میں ان موحدینِ مقدسین کا طرزِ عمل کیا رہا ...
یہی جناب مسعود عالم صاحب ندوی اپنی اسی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ...
تفصیل سے ایک مجاہد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جب بیس سال کے بعد انڈمان سے واپس ہوئے (سنہ ۱۳۰۰ھ) تو خاندانی قبرستان کا ...
منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور کراماً کاتبین کی انتہائی سختی کے باوجود آنکھوں سے خون کے قطرے
ٹپک پڑے ... میں نے چاہا کہ اپنے خاندانی مقبرہ کو کہ جہاں چودہ پشت سے ہمارے آباؤ
اجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے جاکر دیکھوں اور خصوصاً اپنے والدین ماجدین
غفر اللہ لہما کے مزار کی زیارت کروں اور اس پر دعائے مغفرت اور فاتحہ پڑھوں
مگر ہر چند کوشش کی پتہ نہ ملا بعد تجسس و تفحص بسیار غور و فکر کر کے قرینہ سے معلوم

... حضرت والدین ماجدین کی قبر کھود کر اس پر بنا ملٹے عمارت میونسپلٹی بنادی گئی ہے۔

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۱۳۰)

... صفحہ ۱۳۱ پر مزید تحریر فرماتے ہیں۔

حضرات ناظرین! اس وقت اس حرکت کا جو ہمارے اموات کیساتھ کی گئی جو صدمہ دل
کو ہوا وہ بیروں از حیطۂ تحریر و تقریر ہے اس وقت اس کی یاد سے رونگٹے تک کھڑے
ہو جاتے ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے جرم میں ہمارے اموات و آباء و اجداد کی
قبریں کیوں کھودی گئیں اور وہ مقبرہ کیوں معرض ضبطی میں آیا "عادل گورنمنٹ"
نے کیوں یہ کام کیا۔

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۱۳۱)

اس کیوں کا جواب تو "عادل گورنمنٹ" ہی دے سکتی ہے کہ اس نے کیوں ایسا کیا۔ البتہ بلاجرم
... کے مقابر پامالی ہو سکتے ہیں تو یہاں کونسی چیز مانع ہے۔ حنفی حضرات! اختلافات نظریات
... قبروں کی اس پامال کی تائید نہیں کر سکتے۔ انگریزوں نے وہابیان صادقپور کی قبروں کو
... انتہائی سنگدلی کا مظاہرہ کیا ہے۔

مکافاتِ عمل بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنکی آنکھیں مقبرۂ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ
... حمزہ، شہدائے بدر و احد، روضۂ فاطمۃ الزہرا، آرام گاہ شہدائے کربلا کی پامالی اور انکی
... تک نہیں ہوئی تھیں۔ اب ان کی آنکھوں سے کراماً کاتبین کی انتہا زور آوری کے باوجود
... قطرے ٹپک رہے تھے۔

بہر صورت تاریخ اپنے اوراق الٹتی ہے۔ اور تلک الایام نداولہا کی تفسیر ہر دور میں لکھی
... عرب اور حجاز مقدس میں انگریزوں کی مدد سے نجدیوں نے جو کچھ کیا۔ قدرت نے
... ہی کے ہاتھوں ہندوستان میں انکے مویدین کیساتھ وہی صورت پیدا کر دی۔
دیکھئے ندوی صاحب کیا فرماتے ہیں۔

... کی دعوت کے علمبردار شیخ الاسلام محمد ابن عبدالوہاب کی نسبت کرنا ہو تو محمدی کہنا
چاہئے .... البتہ عزم و عمل کی مردہ قوتوں کو بیدار کیا۔ بیجان پیکروں میں "نئی روح" کی حرارت

ڈالدی اور پورے خطے کو اسلامی رنگ میں شرابور کردیا۔ یہ ایسا گناہ ہے جو [illegible]
شاطران فرنگ اور انکے ہوا خواہ معاف نہیں کر سکتے۔

— ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۱۴

جہاں شریعت کی فرمانروائی ہے

کاش ایسا ہی ہوتا جیسا کہ ندوی صاحب [illegible]
اور جنکی حمد وثنا میں ندوی صاحب [illegible]

لوگ "دعوت کھاکر خلعت لیکر" شب و روز رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

اس باب میں جناب شورش کے علاوہ ہم میں سے کوئی کچھ کہدیتا تو کہرام بچ جاتا [illegible] لٹھ اُٹھتے اور نہ جانے کتنی آنکھیں خون اگلنے لگتیں۔

یاد رہے کہ جناب شورش نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایک ایسی دستاویز اور ایک ایسی [illegible] جس سے انکار ممکن نہیں۔ لکھتے ہیں۔

غار ثور۔ اداس پڑا ہے اس کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے لیکن بادشاہت [illegible]
قرآن وسنت کی آڑ میں اس پر ویرانی کی دیوار کھینچ دی ہے۔

— (شب جائیکہ من بودم ص۲۸)

اور صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔

ان کے ہاں سب سے زیادہ خطرناک چیز کتابیں ہیں، اخبار اور رسالے ہیں، اصل دقت زبان کی ہے۔ کلام اللہ کا اردو ترجمہ بھی یہاں روک لیا جاتا ہے۔
لیکن لبنان کے عربی جرائد و رسائل بالخصوص جن میں حوا کی بیٹیوں اور زلیخا کی ہم نشینوں کا نخرہ نمایاں ہوتا ہے ہر قدغن سے آزاد ہیں — وہ روزانہ آتے اور روزانہ بکتے ہیں اور انکی خریداری عورتوں میں بکثرت ہوتی ہے۔ ان برہنہ اور نیم برہنہ رسالوں پر کوئی پابندی نہیں۔ پابندی اس لٹریچر پر ہے۔ جسکے متعلق یقین کیا جائے ہو کہ اس میں مزاج شاہی پر چوٹ پڑتی ہے۔

— (کتاب مذکور ص۲۸)

مولد النبی فداہ ابی وامی، کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں۔

[illegible] مولد النبی اور بیت النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ [illegible] انسان کیا ہے؟ حضور کی مکی زندگی یاد آگئی ان مکہ والوں نے حضور سے کیا سلوک کیا [illegible] ان کے مکانوں سے کوئی سلوک کرتے۔

[illegible] غار حرا کی زیارت کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

اس قسم کی دو چار چیزیں محفوظ کرلی جائیں تو عیب کیا ہے؟ اس سے قرآن وسنت کی خلاف ورزی کہاں ہوتی ہے اور کہاں منشائے الٰہی کی نفی ہوتی ہے۔
اگر حکومت خود کو بھی تو محفوظ کر رہی ہے۔ اگر شریعت کا اتنا ہی خیال ہے تو شریعت [illegible] نہیں ہے کہ جبل نور یتیم پڑا ہے اور اسکی نگہداری سے قطع نظر کیا جائے۔
شریعت کے احکام معاشرہ اور ریاست کیلئے ہیں آثار و مظاہر کیلئے نہیں ....
جہاں اجتہاد لازم ہے وہاں اجتہاد کا نام بدعت بلکہ بغاوت رکھدیا ہے —
خلفائے راشدین کیا اپنے ساتھ حفاظتی دستے دکھا کرتے تھے۔ وہ طیاروں میں اڑتے پھرتے تھے۔ کیا انہوں نے گرما اور سرما کے دار الحکومت بنائے تھے۔ کیا ان کے محل اور قصر تھے۔ کیا انکے لئے حیائے تھے۔ وہ شاہانہ کروفر سے حرم میں داخل ہوتے تھے۔ انھیں جلالۃ الملک کہا جاتا تھا۔ وہ فلک بوس عمارتیں کھڑی کرتے تھے وہ سونے کے زیوروں اور ریشم کے کپڑوں میں ملتے تھے۔ وہ ٹیلیویژن لگاتے تھے... جب نئے دور کی سب چیزیں قبول کرلی ہیں تو ایک تاریخ اور اسکے خزینے ہی ایسے ہیں جنھیں محفوظ رکھنا بدعت ہے۔
یا خلاف سنت! ..... یہ سب اللہ کے نبی کی آخری نشانیاں ہیں۔ تاریخ کے جواہر ریزے اور عقیدے کے شہ پارے ہیں انھیں سے تاریخ کو تحقیق اور زائروں کو عشق کی راہیں ملتی ہیں — غار حرا سیرت النبی کا پہلا پڑاؤ ہے۔ اب تک وہاں حضور کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہیں۔ اور انکے ہونٹوں کا ارتعاش صبا میں گھلا ملا معلوم ہوتا ہے۔ ... سلام ہوائے جبل نور سلام ہوائے غار حرا!

— شب جائیکہ من بودم ص۶۶

بدر کی زیارت کے بعد تحریر فرماتے ہیں!

> اُن کی قبریں آج وارثانِ سنت کے ہاتھوں پامال ہو چکی ہیں تاریخ کے وہ عظیم انسان
> محو ہوتے جا رہے ہیں جنہیں عتبہ اور ابوجہل نہ مٹا سکے اُنھیں ہم اپنے ہاتھوں محو کر رہے ہیں
> ..... یہ قرآن وسنت نہیں یہ سنگینی وسنگدلی ہے۔ کہ رسول اللہ کی یادگاریں مٹا دی
> جائیں اور اپنی یادگاریں کھڑی کیجائیں۔
>
> شب جائیکہ من بودم ص ۱۲۵

احد کی زیارت کے بعد لکھتے ہیں۔

> اس احد کے دامن میں زمین سے دو زینے بلند اور پہاڑ سے ڈھیروں نیچے حضرت حمزہ
> عبداللہ ابن جحش اور مصعب ابن عمیر کی قبریں ہیں لیکن آل سعود کی شرعی یلغار نے
> ہموار کر دی ہیں..... ہندہ نے حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا لیکن انہوں نے حمزہ کی قبر پھاڑ ڈالی
>
> کتاب مذکور ص ۱۲۵

اور پھر لکھتے ہیں۔

> ان مزارات کی بےحرمتی کا نام انکے نزدیک قرآن وسنت ہے کیا انھیں روحوں کے اس
> سفینے کی عظمت کا اندازہ نہیں... گمراہی روکنے کی آڑ میں بےحرمتی جائز ہے؟ کیا عشق کا نام
> عربوں کی لغت میں شرک ہے... میں عربی سے واقف ہوتا تو کوہِ صفا اور جبلِ احد پر کھڑے
> ہو کر پکارتا کہ اے محمد کے ہم وطنو تم نے جنت البقیع میں ہل پھروا کر ہمارے دل کے شیشے
> توڑ دیئے ہیں اور اب ان میں کوئی صدا باقی نہیں رہگئی ہے۔
>
> شب جائیکہ من بودم ص ۱۲۷

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا

قارئین! نہ چاہنے کے باوجود بھی بات بڑھتی چلی گئی اور مقدمہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا۔

سچ یہ ہے کہ کچھ بڑے لوگوں سے چند غلطیاں ہو گئی تھیں۔ جن پر درد مند لوگوں نے اعتراض کیا تھا۔ اور اُن غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔ مگر اصلاح قبول کرنے کے بجائے ضد اور ہٹ دھرمی کا طریقہ اختیار کیا گیا اور ایک نہ ختم ہونیوالی سرد جنگ شروع ہو گئی۔ اور حالت یہاں تک جا پہنچی

کہ شریعت وطریقت میں ایک تھے جماعتوں اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

- اور کچھ لوگوں نے یہ کیا کہ اپنی بات رکھنے کیلئے تاریخ کے چہرے کو مسخ کر ڈالا تاکہ اپنے ممدوحین کو اٹھا کر عرش پہ بٹھا سکیں۔ اور دوسروں کو عظمت کی بلندیوں سے مذلت کی گہرائیوں میں دھکیل دیں۔

مگر جس طرح بلند وبالا پہاڑوں کے دامن میں۔ وسیع زمین کی پرسکون تہوں میں اور ناپیدا کنار سمندروں کی گہرائیوں میں بے شمار خزائن اور بے پناہ عجائبات دفن ہیں۔ اسی طرح تاریخ کی تہیں بھی گوناگوں حالات وواقعات سے لبریز ہیں اور اصل شکل وصورت بہر حال ظاہر ہو کر رہتی ہے

- زیرِ نظر کتاب" پاک وہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق" اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک سیاسی، مذہبی جائزہ ہے اس میں مختلف موضوعات پر بحث کی گی ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس دور میں اس کی سخت ضرورت ہے۔

اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ صحیح صورت حال کا اظہار ہی لوگوں کو غلط فہمیوں سے بچا سکتا ہے۔ آج حقیقت حال کی واقفیت ہی کیوجہ سے ایک بہت بڑا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ جناب سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی تحریک جہاد نے انگریزوں کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔

اور یہ کہ پٹھان ظالم اور منافق تھے۔ مجاہدین مظلومیت کی حالت میں شہید کر دئے گئے۔ مگر حقیقت واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ افسوس کہ ماضی میں پٹھانوں کے نقطۂ نظر جاننے کی کوشش نہیں کی گئی اور یکطرفہ فیصلہ ہوتا رہا۔

- صحیح یہ ہے کہ سید صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے انگریزوں سے ایک لڑائی بھی نہیں لڑی انکے مابین خاصا بھائی چارہ رہا ہے۔ البتہ پٹھانوں پر انہوں نے عرصۂ حیات ضرور تنگ کر دیا تھا۔ افسوس یہ کہ انھیں بیدریغ لوٹا اور قتل کیا گیا۔ بلکہ انکی عصمتوں کو بھی پامال کر دیا گیا تھا۔ نتیجۃً پٹھانوں ہی کے ہاتھوں ہند کی وہابی تحریک اپنے خوفناک عزائم کیساتھ انجام کو پہنچ گی۔
- اسی طرح جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انکی کوئی خاص خدمات نہیں۔ یہ لوگ انگریزوں کے خوف سے چھپتے پھرتے تھے۔ بلکہ حریت پسندوں سے جنگ کرتے تھے مگر جانبدار مکاروں نے انھیں

مجاہدین کی صف اول میں کھڑا کردیا ہے اوراب تحریک آزادی کے باغیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

- تحریک خلافت کے دوران، تحریک ترک موالات چلائی گئی اور پھر ہندوؤں کے اشارہ پر تحریک ہجرت کے بانی مبانی بنے ان موحدین نے مشرکین سے ناتا جوڑا، فرنگی اور برہمنی سازش کا شکار ہوئے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جوش وجذبہ سے اٹھائی ہوئی یہ تمام تحریکیں ناکام ہو گئیں۔ جو اخوت کو توڑنیوالوں اور" برادران وطن سے غیر فطری رشتہ جوڑنیوالوں کی آنکھیں سرخ ہیں۔

- ہندو اکثریت کے دباؤ، اور گاندھی جی کے اشارے پر دبرادران وطن" کو خوش کرنے کیلئے گاؤکشی کو ممنوع قرار دیا۔ اوران سے ملکر ایک قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں کے ملی تشخص کو پامال کیا۔ ایمان والوں کو اتھاہ تاریکیوں کے حوالے کردیا۔

- مسلمانوں کے ملی اور قومی امتیاز و تشخص کا سوال پیدا ہوا اور قیام پاکستان کی تحریک چلی تو یہ حضرات اخوتِ اسلامی سے انحراف کر کے ہندوؤں سے مل گئے۔ قیام پاکستان اور مسلمان رہنماؤں کی شدید ترین مخالفت کی مگر پاکستان بنتے ہی "تحریک پاکستان کے" ہیرو نظر آنے لگے۔

چوہدری حبیب احمد اور نیشنلسٹ علماء

مؤرخ ہونا تو بڑی بات ہے مجھے تو اپنے آپ کو تاریخ کا طالب کہتے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ مگر یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر انسان فطرۃً تاریخ سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اسے ماضی و حال بلکہ مستقبل سے بھی دلچسپی ہوتی ہے۔ اپنے گرد و پیش رونما ہونیوالے احوال و واقعات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور یہ کون نہیں جانتا کہ تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے جسکے سامنے آنے کے بعد کوئی شخص اپنے چہرے کے حسن وقبح کو نہیں چھپا سکتا اس سلسلے میں بجائے اسکے کہ میں خود کچھ عرض کروں جناب چوہدری حبیب احمد صاحب کی کتاب "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" سے اقتباس پیش کرنا ہی زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔

> تاریخ کیا ہے! یہ عجیب دودھاری تلوار ہے یہ موافقت ومخالفت اور حمایت و مخاصمت کے کردار کے تمام پہلوؤں کو نکھار اور ابھار کر سامنے لاتی ہے۔ اگر کسی قوم کے پاس اسکی صحیح تاریخ موجود ہو تو وہ قوم اپنے ماضی کے تجربات کے آئینے میں اپنے حال کو درخشندہ

> اور مستقبل کو تابندہ بنا سکتی ہے۔ لیکن اگر تاریخ غلط ہے تو وہ غلط فہمیوں کی ایسی تاریکیوں میں گھری رہتی ہے جس سے اس کا نکلنا محال ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
>
> آج شاید کوئی یہ بھی باور کرنیکو تیار نہ ہو کہ پچیس تیس برس قبل ہمارے چوٹی کے مذہبی پیشوا اس قسم کے کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں اور یہ سب کچھ وار دھا آشرم کے مہاتماؤں اور آنند بھون کے پنڈتوں کی نیشنلسٹ فوج کا ہر اوّل دستہ بنکر سرانجام دیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واقعات وحقائق کی یہ دلدوز جگرسوز تفصیل کتنی ہی غیر پسندیدہ کیوں نہ ہو بہر حال ہماری تاریخ آزادی واستقلال کا عبرت انگیز باب ہے۔
>
> ان مقدسین نے غیروں کے اشارے پر" متحدہ قومیت" کے نام پر ایک نیا سومنات تعمیر کیا اور تحریک پاکستان کے خلاف اس بت کی پرستش عین اسلام قرار دی۔ ۔ ۔ ۔ تاریخ اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی کے مابین یہی معرکۂ دین و وطن رونما ہوا۔ خود ہمارے گھر کے جبّہ و دستار میں لپٹے ہوئے، مذہبی پیشوا امام الہند اور شیخ الہند اسکے مقابل میں مقدمۃ الجیش بنا کر کھڑے کئے گئے تھے۔ ۔ کیا آج ہماری نئی نسل یہ تصور بھی کر سکتی ہے کہ مسلمانوں کیلئے جس جداگانہ مملکت کے حصول و قیام کی جنگ لڑی جارہی تھی اسکی سب سے زیادہ مخالفت خود مسلمان اور اسکے مذہبی اجارہ داروں کیطرف سے ہوئی! لیکن اس تلخ اور المناک حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسا ہوا اور روز روشن میں ہوا!

اور ضروری ہے کہ) اُن قوتوں کے خدوخال بھی نمایاں اور واضح کردیں جو پرفریب اداؤں، عشوہ طرازیوں اور اسلام کے مقدس زرین نقاب اوڑھ کر ملت کی نشاۃ ثانیہ کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔

> ہمیں معلوم ہے کہ اُنکے نام و کام کے تذکرہ سے ماضی گزیدہ اور شخصیتیں ناراض و برہم ہونگی۔ انھیں جان لینا چاہیے کہ تاریخ نے آجتک کسی کو معاف کیا ہے نہ فراموش!
>
> (یاد رہے کہ) ہماری نوخیز نسلیں اور آنیوالا زمانہ اس بات کا شدت سے منتظر ہے کہ اُن حقائق وواقعات کو اُبھار اور نکھار کر سامنے لایا جائے جن سے تحریک

پاکستان کو دوچار ہونا پڑا۔ اور اسلام کے ان منافقوں، اور غداروں کو بے نقاب کر کے ایک سامنے کھڑا کیا جائے۔ جو گاندھوی فلسفہ کے مؤید اور حمایتی بنکر قیام پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔

"مقدمہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" چوہدری حبیب احمد

الحاصل۔ اس کتاب میں علمائے حق (علمائے اہلسنت) پر زاروا ادارے کئے گئے چند [illegible] جائزہ لیا گیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی اُن بے انصافیوں کا بھی ذکر ہے جو جانبدار تذکرہ نگاروں علمائے حق پر روا رکھی ہیں۔

اہل قلم کی بے انصافیاں

جہاد حریت ۱۸۵۷ء اور اسکے قائدین و مجاہدین کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظریہ ہے کہ یہ لوگ اتنے اونچے [illegible] تھے کہ تاریخ میں اُنکے نام سنہرے حروف میں لکھے جانے چاہئے تھے مگر اس دور کے اہل قلم اور تذکرہ نگار حضرات نے انکے ذکر میں نہ صرف یہ کہ سخت بے احتیاطی کی ہیں بلکہ انتہائی بددیانتی کے مرتکب بھی ہوئے ہیں ——— اس باب میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ وہ تذکرہ نگار [illegible] جنھیں "وفادار سرکار" ہونیکی حیثیت سے استبداد کی ان اہرا گلتی تاریکیوں میں تحریر و تقریر کی [illegible] حاصل تھیں مجاہدین ۱۸۵۷ء کی نہایت ظالمانہ انداز میں کردار کشی کی ہے۔ بلکہ تاریخ کیساتھ ایک ایسا گھناؤنا اور دل آزار مذاق کیا ہے کہ اب اسکا ازالہ ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

ان حضرات نے اوّلاً تو جہاد حریت کے جانبازوں کا ذکر ہی نہیں کیا ہے اور اگر کہیں [illegible] کا نام آبھی گیا تو اس قدر استخفاف اور حقارت سے کام لیا گیا ہے کہ اسکے پڑھنے سے دل لرز اٹھتے ہیں اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں — اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو قلم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں نظر آتے ہیں جنھیں پروردۂ سرکار کہا جائے تو کچھ غلط بات نہ ہوگی۔ جو اپنی تمامتر ظاہری ثقاہت کے باوجود عناد اور جانبداری کی کثافت سے آلودہ نظر آتے ہیں

جانبداری کی ان حوصلہ شکن تاریکیوں کے باوجود پورے یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب صداقت کی روشنی پھیلے گی اور عناد و جفا کے تہہ در تہہ گھمبیر بادل وفا و صفا کی دل آویز کرنوں کو تادیر نہیں روک سکینگے۔ اور عظمت کی خود ساختہ بلندیاں زیر و زبر ہوجائیں گی۔

فراموش قوم کا فرزند عظیم

اس دردناک نظر اندازی کا شکوہ صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ ہر اس اہل علم اور اہل قلم کو ہے جس میں ذرا بھی انصاف پسندی کی خو باقی ہے۔ چنانچہ جناب رئیس احمد جعفری اپنی معرکۃ الارا تصنیف "بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد" میں تحریر فرماتے ہیں۔

> مولانا (فضل حق علیہ الرحمہ) کی شخصیت، سیرت، کردار، اور علم و فضل پر ضرورت تھی کہ ایک مفصل کتاب لکھی جاتی لیکن وہ ایک زود فراموش قوم کے فرد تھے۔ فراموش کردئے گئے اور کچھ دنوں کے بعد لوگ حیرت سے دریافت کرینگے۔ یہ کون بزرگ تھے
>
> (بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ۸۵۴ رئیس احمد جعفری)

حقیقت یہ ہے کہ ان عظیم المرتبت لوگوں کی کردار کشی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کی گئی اور مجاہدین جنگ آزادی کے مہر و ماہ کیطرح چمکتے دمکتے چہروں پر جس طرح لوگوں نے اپنے دل کی سیاہیاں ملی ہیں اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اب ایک طویل عرصہ گذر جانیکے بعد اس کا کفارہ ادا کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔

معاندانہ طرز عمل | اس سلسلے میں جناب جعفری فرماتے ہیں۔

> لیکن اس سلسلے میں جو چیز قطعیت کیساتھ نظر انداز کی گئی ہے وہ ہے مجاہدین کا ذکر۔ ذکاء اللہ تک نے اپنی تاریخ میں انھیں "لُچّا شہدا" قرار دیا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے، سر سید نے اور دوسرے بزرگان ملت نے جو لکھا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات یا تو ان مجاہدین کے وجود سے ناواقف تھے یا اگر واقف تھے تو نہ صرف یہ کہ انھیں اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ انکے جذبہ اور کردار اور عمل کا استخفاف کرتے رہتے تھے۔ انکے انداز میں اتنی بدردی غیریت اور پر عناد اجنبیت ہے کہ اسے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ لیکن خود ان لوگوں نے اور انکے آقایان ولی نعمت یعنی انگریزوں نے دستاویزی ثبوت کو سامنے رکھکر جو حالات لکھے ہیں جو واقعات قلمبند کئے ہیں جن کیفیات کا جائزہ لیا اور تجزیہ کیا ہے انھیں پیش نظر رکھئے تو انکے مخالفانہ اور معاندانہ غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ و لب و لہجہ کے باوجود بین السطور سے ان مجاہدین کا روشن بلند اور [illegible] قابل

رشک کردار صاف جھلکتا نظر آتا ہے جیسے تیرہ و تار رات میں بجلی چمک جائے
جیسے گھنے بادلوں کی اوٹ سے سورج جھانکتا ہے جیسے مایوسیوں کے اندھیروں میں
کوئی کرن پھوٹتی ہے۔

بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد صـ ۵۱۸

تذکرہ نویسوں کی چشم پوشی

اس باب میں جناب مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب کی
گواہی بھی دیکھتے چلیں تحریر فرماتے ہیں

ہندوستان کی سیاسی تحریک میں علماء کا جسقدر شاندار کارنامہ اور جذبہ وطنیت کا
مظاہرہ ہے اسکی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی ایسٹ انڈیا کے اقتدار و تغلب استعمار
کے خلاف سب سے پہلے علماء ہی کی آواز مخالف اٹھی انھیں علماء کا پہلا شخص جو سر بکف ہو کر میدان
عمل میں آیا احمد اللہ شاہ مدراسی تھا اسکے ہمنوا کثیر التعداد علماء اٹھے۔ جو ایک طرف درس
و تدریس، تصنیف و تالیف میں لگے ہوئے تھے تو دوسری طرف سیاست ملکی میں حصہ
لے رہے تھے۔ ان میں نمایاں شخصیت مولانا امام بخش صہبائی شہید مولانا فضل حق
خیر آبادی مفتی صدر الدین آزردہ نواب شیفتہ، مولوی عظیم اللہ کانپوری۔ منیر شکوہ
آبادی تھے۔ مگر افسوس کہ ان بزرگوں کے سیاسی حالات سے تذکرہ نویسوں نے چشم پوشی کی

(غدر کے چند علماء صـ ۳ مفتی انتظام اللہ شہابی)

جوش وہابیت

اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ ان بزرگان دین کی کردار کشی میں اعتقادی
اختلاف کو بہت بڑا دخل تھا۔ چنانچہ جناب رئیس احمد جعفری ایک
مقام پر بطور وضاحت ان جانبدار مصنفین و مؤرخین کے بیدردانہ رویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مولانا (جعفر تھانیسری) نے سب کچھ لکھا ہے لیکن رفقاء زندان کے ذکر سے بالکل
گریز کیا ہے حالانکہ اس دور میں چوٹی کے مسلمان انکے ساتھ کالے پانی میں اسیری کی
زندگی بڑے استقلال و وقار کیساتھ بسر کر رہے تھے۔ حق بات یہ ہے کہ مولانا
پر "انا" اور تحریک وہابیت کا جوش اس قدر نمایاں اور غالب تھا کہ وہ اپنے اور اپنی تحریک
کے سوا کسی اور چیز کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتے تھے (بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد صـ ۱۳۶)

معلوم ہوا کہ جہاں انانیت اور خود غرضی، تعصب و تنگ نظری کا یہ عالم ہو۔ اور جن لوگوں
کی تنگ نظری اس انتہا کو پہنچ چکی ہو اُن سے اور انکے متعلدین سے کسی مورخانہ دیانتداری کی کیا توقع
کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ جناب رئیس ہی فرماتے ہیں۔

سر سید نے محمود خاں کا نام "نا محمود" اسی طرح شمس العلماء مفتی ذکاء اللہ
نے بخت خاں کو "کم بخت خاں" کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرتے ہیں لیکن یہ بھول
جاتے ہیں شکسپیر کے الفاظ میں گلاب کے پھول کو جس نام سے بھی یاد کرو گلاب کا پھول ہی رہیگا

(بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد صـ ۹۳۵)

بیدردانہ انداز تحریر

جناب رئیس احمد صاحب جعفری نے ان صاحبان سیف و قلم کے
متعلق معاندانہ انداز کی ایک توجیہ بھی فرمائی ہے جس سے کم از کم یہ ناچیز
اتفاق نہیں کر سکتا۔ جناب رئیس فرماتے ہیں۔

بخت خاں اور مولانا خیر آبادی کے احوال و سوانح، واقعات و حوادث، کارناموں
اور سرگرمیوں کی تفصیل معلوم کرنا آسان نہ تھا۔ ان کا ذکر عام دہشت اور سراسیمگی کے
باعث اُنکے مداح اور ثنا خواں بھی ڈر ڈر کر اور چبا چبا کر کرتے ہیں۔
آج ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ غدر کا ذکر بھی کتنا روح فرسا تھا اور اُن شخصیتوں کا تذکرہ
جنھوں نے اس انقلابی تحریک میں مردانہ وار حصہ لیا تھا اپنی جان سے ہاتھ دھونا تھا انگریزوں
کی نازک دماغی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور ذرا ذرا سی بات پر اور معمولی سے معمولی شبہے
پر جور و ستم کی بارش شروع کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اکابر کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔
اور اگر کہیں ملتا بھی ہے تو مخالفانہ اور معاندانہ انداز میں۔

کتاب مذکور صـ ۸۳۵

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جنگ آزادی کے اس خونچکا دور میں عظمت کے ان
بلند میناروں کا ذکر مصائب و الام کا ایک پہاڑ توڑ سکتا تھا۔
مگر یہی بات مجاہدین آزادی کی عظمت و بڑائی کا نشان بن جاتی ہے۔ جنکے ذکر سے استعماری
ایوان لرز اٹھتی تھیں۔ جنکے نام سے گوروں کے مزاج برہم ہو جاتے تھے۔ جن کی قد آور شخصیتوں کے

منے ہمالہ کی چوٹیاں پست نظر آتی تھیں۔ جنکے عزم و جبروت کے سامنے سمندر پار کی
ایسے لوگوں کو فرنگی اور انکے سایۂ عاطفت میں بیٹھنے والے حاشیہ نشین کسطرح پسند کر سکتے
ان مصنفین کیلئے کیا ضروری تھا کہ ان کا استخفاف ہی کرتے اور انکی توہین و تذلیل کو
نجات بناتے مگر بھیر مٹے الیسا نہ کرتے تو سید احمد سے خاں کسطرح کہلاتے۔ منشی ذکاء اللہ
العلماء مفتی ذکاء اللہ کیسے بنتے وظائف کسطرح ملتے۔ جاگیریں کس صلہ میں حاصل ہوتیں
حیرت تو یہ ہے کہ آزادی کے اس دور میں بھی انھیں حضرات کی ذریات کا ایک طبقہ
یاتی اختلاف کیوجہ سے تاریخ سے ہولناک بددیانتی کر رہا ہے۔
اس کے باوجود روشنی پھیل رہی ہے۔ اور پھیلتی رہیگی تا آنکہ افق افق اجالا پھیل
ہم بیسویں صدی میں ان تحریکات اور حوادث و واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس دور کے
وں کے متعلق ابھی رائے قائم نہیں کر پاتے۔
یہاں اسکے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ۔

کبھی تو لائے گی بادِ صبا پیام ترا ہوا کے رُخ پہ نشیمن بنائے بیٹھے ہیں

ابن عبدالوہاب اور برطانوی جاسوس ہمفرے

زیر قلم کتاب "پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علماء حق" مکمل ہو چکی تھی کہ "ہمفرے کے اعترافات"
جناب مولانا محمد اللہ یار صاحب اشرفی کی وساطت سے نظر سے گذری اور کتاب میں مزید
باب کا اضافہ ہوگیا۔ اگرچہ میں نے اپنی کتاب "پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علماء حق" میں
شواہد کیساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ "نجد کی وہابی تحریک" برصغیر کی تحریک جہاد یا دوسرے لفظوں
ابی تحریک "مشرق وسطی کی صیہونی اور بہائی تحریک اور اسی قسم کی دوسری تحریکیں اسلام کے
انتہائی خوفناک اور گھناؤنی سازشیں تھیں جو انکے واقع ہونے سے بھی سالہا سال پہلے ایک
منصوبے کے تحت مسلم علاقوں کو غیر مسلموں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔
مثلاً مدینہ یہودیوں کو، اسکندریہ عیسائیوں کو، یزد پارسیوں کو، عمارہ صابئیوں کو، کرمان شاہ علی
کو، موصل یزیدیوں کو، اور بوشہر سمیت خلیج فارس کے قرب و جوار کے علاقے ہندوں کو

اور مسقط خوارج کے حوالے کرنا ہی نہیں بلکہ مادی امداد جنگی ساز و سامان اور فوجی اور
کے ذریعے انھیں مضبوط بنانا بھی ضروری ہے (ہمفرے کے اعترافات ص۱۲۱ ص۱۲۲)
کون تھا؟ مختصراً یہ کہ ہمفرے برطانوی سامراج کا ایک سلجھا ہوا جاسوس تھا اسکو اور اس
افراد کو گورنمنٹ برطانیہ اور اسکے ساتھ ہی دیگر استعماری قوتوں مثلاً روس فرانس وغیرہ نے نو
قائم کرنے اور انکو استحکام عطا کرنے کیلئے بطور خاص تیار کیا گیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے
نے ہمفرے کی یادداشتوں کو "اسپیگل" نامی رسالہ میں شائع کرنا شروع کیا پھر
زبان میں یہ یادداشتیں شائع ہوئیں اسکے بعد ایک لبنانی دانشور نے عربی میں اس کا ترجمہ
ہمفرے کے اعترافات" کے نام سے اردو میں (انجمن نوجوانان پاکستان گارڈن ٹاؤن
شائع کیا ہے) کتاب پڑھنے سے جہاں سامراجی قوتوں کی درندگی و خوہ آشامی، فریب کاریوں
کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسطرح دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مسلم
میں بدامنی و خلفشار پیدا کرتے تھے اور یہ کہ یہ لوگ کسطرح اسی ملک کے مقتدر لوگوں کو اپنی
آری کیلئے استعمال کرتے تھے۔ بلکہ اب بھی کر رہے ہیں۔
الوہاب کی کہانی ہمفرے کی زبانی۔ یوں تو ابن عبدالوہاب کی کہانی طویل ہی نہیں بلکہ طویل
اور اسے سلف و خلف نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے اور اسکی فطرت و جبلت اور اسکی خونریزی
کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ مگر اس برصغیر میں جہاں مرزا قادیانی کو نبی
کوئی الجھن محسوس نہیں کی گئی وہیں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس بدنام زمانہ انگریزوں کے ایجنٹ
عبدالوہاب کو امام تک کہنے سے ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ انھیں ابن عبدالوہاب کی ہر ادا ایمان افروز اور
اور شرع محمدی میں تر ابور نظر آتی ہے۔
مثلاً جناب مسعود عالم صاحب ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" میں لکھتے ہیں (نجد
کے علمبردار شیخ الاسلام محمد ابن عبدالوہاب کی نسبت کرنا ہو تو محمدی کہنا چاہیے۔۔۔۔ البتہ عزم و عمل
قوتوں کو بیدار کیا، ہیجان پیکروں میں زندگی کی حرارت ڈالدی اور پورے خطے کو اسلامی رنگ
اور کر دیا یہ ایسا گناہ ہے جسے شاطرانِ فرنگ اور انکے ہواخواہ معاف نہیں کر سکتے۔ (ہندوستان
کی پہلی اسلامی تحریک ص۱۳)

اوراب آپ دیکھیں گے انکے شیخ الاسلام کس قماش کے شیخ تھے۔ اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیے
انگریزوں کا ہمنوا اور ہواخواہ کون تھا۔ اور کن لوگوں کے ساتھ انگریزوں کی گاڑھی چھنتی تھی اور وہ کون
لوگ ہیں جنکے آباؤ اجداد (یعنی سید احمد بریلوی، مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ وغیرہ نے مسلمانوں
پر انگریزوں کو ترجیح دی اور انھیں کے متبعین ومقلدین نے قیام پاکستان کیوقت مسلمانوں پر ہندوؤں
ترجیح دی تھی۔ ہمفرے لکھتا ہے کہ بصرہ میں (ان دنوں میں ترکھان کی دوکان پر کام کرتا تھا)
ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو وہاں آتا جاتا رہتا تھا اور ترکی، فارسی، عربی زبانوں میں گفتگو
تھا وہ ایک اونچا اُڑنیوالا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلا انسان تھا.... شیخ محمد کے لئے
حنفی، شافعی حنبلی، مالکی مکاتیب فکر میں سے کسی مکتب کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی وہ کہتا تھا
جو کچھ قرآن میں کہدیا ہے بس یہی ہمارے لئے کافی ہے (ہمفرے کے اعترافات

انگریزوں کے مقاصد کی تکمیل کیلئے مناسب شخصیت :- (محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور
ملاقاتوں کے ایک سلسلے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے
کیلئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اسکی اونچا اُڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء
ومشائخ اسلام سے اسکی دشمنی اس حد تک خودسری کہ خلفاء راشدین بھی اسکی تنقید کا نشانہ بنیں اور
حقیقت کے سراسر خلاف قرآن وحدیث سے استفادہ اسکی کمزوریاں تھیں جس سے بڑی آسانی
سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے.... شیخ محمد ابن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے نا قابل
اعتبار سمجھتا تھا۔ محمد کہتا تھا میں ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں اسکا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری
بالکل لچر اور بیہودہ ہے۔ (اعترافات ص۵۱)

ابن عبدالوہاب کی متعہ بازی :- عجیب بات یہ ہے کہ ابن عبدالوہاب جیسے شیخ الاسلام کا خطاب
دیتے ہوئے۔ کچھ لوگوں کی زبانیں نہیں تھکتیں ایک برطانوی جاسوس سے بار بار علمی مباحث میں
کھا جاتا ہے اور متعہ پر راضی ہی نہیں ہوتا بلکہ اسکا عملی مظاہرہ بھی کرتا ہے۔ اب یہاں اسکے علاوہ
کیا کہا جا سکتا ہے کہ ع گردلی ابنیت لعنت بردلی۔ ہمفرے لکھتا ہے کہ
جب شیخ متعہ کرنے پر راضی ہو گیا تو اس گفتگو کے فوراً بعد میں اس بدقماش نصرانی عورت کے
پاس گیا جو انگلستان کے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کیطرف سے بصرہ میں عصمت فروشی

...تی اور مسلم نوجوانوں کو بے راہ روی پر ابھارتی تھی۔ میں نے اس سے تمام واقعات بیان کئے
...راضی ہو گئی تو میں نے اس کا عارضی نام رکھا۔ اور کہا کہ میں شیخ کو لیکر اسکے پاس آؤں گا۔ مقررہ دن
...محمد کو لیکر صفیہ کے گھر پہنچا ہم دونوں کے سوا وہاں اور کوئی نہیں تھا محمد نے ایک اشرفی
...ہفتہ کیلئے صفیہ سے عقد کیا مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے محمد بن عبدالوہاب کو اپنے
...کے پروگراموں کیلئے تیار کر رہے تھے صفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آزادی رائے کا پر کیف مزہ
...چکھا دیا تھا۔ (ہمفرے کے اعترافات ص۵۵)

...عبدالوہاب کی شراب نوشی :- یہاں شراب کے بارے میں بھی ہمفرے اور کچھ لوگوں کے شیخ
...کی بحث ہوتی رہی بالآخر ابن عبدالوہاب پانی ملا کر شراب پینے کی حلت پر راضی ہو گیا ہمفرے
...میں نے شراب سے متعلق گفتگو کو صفیہ کے گوش گذار کیا اور اسے تاکید کی کہ موقع ملتے ہی محمد کو نشہ
...کر دو اور جتنا ہو سکے شراب پلاؤ۔ دوسرے دن صفیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے شیخ کیساتھ
...شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ آپ سے باہر ہو گیا اور چیخنے چلانے لگا۔ رات کی آخری گھڑی
...میں نے اس سے مقاربت کی اور اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے اور چہرے کی آب وتاب
...ہے خلاصہ کلام یہ کہ میں اور صفیہ پوری طرح محمد پر چھا چکے تھے۔ اس منزل پر مجھے نوآبادیاتی
...کے وزیر کی وہ سنہری بات یاد آئی جو اس نے مجھے الوداع کہتے وقت کہی تھی۔ اس نے کہا تھا ہم نے
...کفار (مراد اہل اسلام ہیں) سے شراب اور جوئے کے ذریعے دوبارہ حاصل کیا اب انھیں طاقتوں
...دوسرے علاقوں کو بھی پامردی کیساتھ لینا ہے۔ (کتاب مذکور ص۵۷، ۵۸)

...عبدالوہاب کی نماز بھی گئی، اور یہودی لڑکی آسیہ سے متعہ] تارک الصلوٰۃ متعہ باز شیخ الاسلام، شراب
...اور متعہ بازی بھی زناکاری کا جو نتیجہ نکلتا تھا وہ نکل کے رہا چنانچہ ہمفرے لکھتا ہے (جسکا نتیجہ یہ
...اس سے نماز کی پابندی چھوٹ گئی اب وہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہ پڑھتا خاص طور سے صبح کی نماز
...اس نے ترک ہی کر دی تھی ص۶۰)

...پھر ہمفرے لکھتا ہے میں نجف اشرف اور کربلا وغیرہ سے جب بصرہ پہنچا تو وہ (ترکی جانے پر بعید
...وہاں جا کر اس شہر کے بارے میں معلومات کرے میں نے بڑی سختی سے اُسے اس سفر سے باز رکھا
...مجھے ڈر ہے کہ تم وہاں جا کر کوئی الٹی سیدھی بات نہ کر بیٹھو جس سے تم پر کفر والحاد کا الزام عائد ہو

اور ہمارا خون رائگاں جائے۔ لیکن سچی بات یہ تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہاں جاکر وہ [illegible]
سے کوئی رابطہ قائم کرے کیونکہ اس میں اس بات کا خطرہ تھا کہیں وہ لوگ اپنی محکم دلیلوں [illegible]
دوبارہ اسے اپنے جال میں نہ پھانس لیں ص۸۸)

بالآخر ہمفرے نے ابن عبدالوہاب کو اصفہان جانے پر راضی کر لیا اور اسکے ساتھ ہی [illegible]
ایک گھوڑا بھی دیا۔ (اسکے ساتھ ہی صفیہ بھی کچھ عرصہ بعد اصفہان آئی اور اس نے مزید [illegible]
سے متعہ کیا۔ شیراز کے سفر میں وہ اسکے ساتھ نہیں تھی بلکہ عبدالکریم (جو ایک برطانوی جاسوس تھا) [illegible]
ساتھ رکھا ہوا تھا شیراز میں عبدالکریم نے شیخ کیلئے صفیہ سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی کا [illegible]
تھا۔ اور وہ شیراز کے ایک یہودی خاندان کی حسین وجمیل لڑکی تھی جسکا نام آسیہ تھا ص[illegible]

انگریزوں کا مناسب ترین ایجنٹ ابن عبدالوہاب: ہمفرے لکھتا ہے (محمد پر تسلط [illegible]
وزارت کا سب سے اہم مسئلہ تھا اس نے بڑی شدت سے تاکید کی تھی کہ میں محمد کو ایک منظم [illegible]
تحت ان امور سے آگاہ کروں جنھیں آئندہ چل کر اسے ہمارے لئے انجام دینا ہے وہ بار بار اس [illegible]
اعتراف کر رہا تھا کہ عظیم برطانیہ کیلئے میری تمام خدمات شیخ محمد جیسے شخص کی جستجو اور اس [illegible]
قائم کرنے کے مقابلہ میں پاسنگ بھی نہیں ص۸۹) پھر کچھ آگے چل کر ہمفرے لکھتا ہے کہ [illegible]
صرف اس مقصد کیلئے تھا کہ محمد ابن عبدالوہاب کو نئے دین کے اظہار کی دعوت پر آمادہ کروں [illegible]
سکریٹری کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ محمد ابن عبدالوہاب قابل بھروسہ اور نوآبادیاتی [illegible]
کی وزارت کے پروگراموں کو روبعمل لانے کیلئے مناسب ترین آدمی ہے۔ اسکے بعد سکریٹری [illegible]
گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ تمہیں محمد کیساتھ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی [illegible]
کیونکہ ہمارے عمّال اصفہان میں اس سے بڑی صراحت کیساتھ پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں اور وہ [illegible]
باتوں کو مان چکا ہے۔ مگر اس شرط کیساتھ کہ اسے عثمانی حکومت کے مقامی عمال، علماء اور [illegible]
لوگوں کے ہاتھوں آنیوالے خطرات سے بچا لیا جائے۔ اور اسکی حمایت اور تحفظ کا بھرپور انتظام [illegible]

.... حکومت برطانیہ نے شیخ محمد ابن عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد [illegible]
کے موقع پر اسکی مدد کی تائید کی تھی اور شیخ ہی کی مرضی کے مطابق جزیرۃ العرب میں واقع نجد کے
قریب علاقے کو اسکی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا تھا ص۱۳۰)

[illegible] کے کچھ خطرناک نکات اور ابن عبدالوہاب۔ ہمفرے کے اعترافات کے مطابق نوآبادیاتی وزارت
[illegible] عبدالوہاب کیلئے چھ نکات مرتب کئے تھے جن پر ابن عبدالوہاب کو بہر صورت عمل کرنا تھا اور یقیناً
[illegible] عبدالوہاب نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ قابل بھروسہ ہے اور وہ انگریزوں کے مقرر کردہ ہدف پر بہر حال پورا
[illegible] وہ چھ نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) [illegible] (یعنی ابن عبدالوہاب کے) مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنیوالے مسلمانوں کی تکفیر اور انکے
[illegible] اور آبروئی بربادی کی روا سمجھنا، اس ضمن میں گرفتار کئے جانیوالے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ
[illegible] غلام کی حیثیت سے بیچنا۔

(۲) بت پرستی کے بہانے بصورت امکان خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضۂ حج سے روکنا اور
[illegible] کے جان ومال کی غارت گری پر قبائل عرب کو اکساتا۔

(۳) عرب قبائل کو عثمانی خلیفہ کے احکامات سے سرتابی کی ترغیب دینا۔ اور ناخوش لوگوں کو ان کے
[illegible] جنگ پر آمادہ کرنا۔ اس کام کیلئے ایک ہتھیار بند فوج کی تشکیل، اشراف حجاز کے احترام اور اثر ونفوذ
[illegible] کیلئے انھیں ہر ممکن طریقے سے پریشانیوں میں مبتلا کرنا۔

(۴) پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) انکے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں
[illegible] کا سہارا لیکر اور اسی طرح شرک وبت پرستی کے آداب ورسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ اور
مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔

(۵) جہاں تک ممکن ہو سکے اسلامی ممالک میں فتنہ وفساد شورش اور بدامنی کا پھیلاؤ۔

(۶) قرآن میں کمی بیشی پر شاہد احادیث وروایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی نشر واشاعت
ص۱۲۹، ۱۳۰) تقریباً ان چھ نکات کی تکمیل کے بعد گورنمنٹ برطانیہ نے سوچا کہ اب سیاسی اعتبار
[illegible] جزیرۃ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے یہی وجہ تھی کہ اپنے عمال میں سے محمد ابن سعود کو محمد
ابن عبدالوہاب کیساتھ اشتراک عمل پر مامور کیا ص۱۳۵) پھر کیا ہوا یہ ایک انتہائی دردناک
داستان ہے۔ پورا جزیرۃ العرب خون سے لبریز ہو گیا اور مزارات ومقابر پامال کر دیئے گئے
[illegible] بزرگان دین نے نہایت بسط کیساتھ بیان کیا ہے۔ اور ہم نے اپنی اسی کتاب "پاک وہند کی چند
اسلامی تحریکیں اور علمائے حق" میں کافی حد تک ان مسائل کی وضاحت کی ہے۔

جہاد اور جہادی

جناب سید احمد بریلوی اور انکی تحریک جہاد اور انکے مجاہدین کے بارے میں جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ان میں حقائق کم اور افسانے زیادہ ہیں۔ ان جہادی شخصیات پر جو ڈھیروں مقالے اور کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں انکے بیشتر واقعات کو زیب داستان سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔

آج اس دور میں جب پروپگنڈے اور نشر و اشاعت کے زور پر جناب مودودی صاحب قیام پاکستان میں قائد اعظم کے شریک سفر کہلا سکتے ہیں۔ اور انکی جماعت پاکستان کی سب سے بڑی جماعت کہلا سکتی ہے۔ اور اسی پاکستان میں جسکے قیام کی سخت ترین مخالفت کرنیوالے مفتی محمود جیسے لوگوں کیلئے "پاکستان کے قائد اعظم مفتی اعظم مفتی اعظم" کے نعرے لگ سکتے ہیں اور جناب حسین احمد مدنی جیسے پاکستان دشمن لوگوں کیلئے پاکستانی ادارہ نشریات سے مدح سرائی ہو سکتی ہے۔ اور اس ارض پاک کا نمک پانی کھا پی کر "روشن مستقبل" جیسی گمراہ کن کتابیں شائع کی جا سکتی ہیں۔ تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔

پروپگنڈے کی خوفناک کہانی محمد علی قصوری کی زبانی

پڑھے لکھے لوگوں کیلئے

مولانا محمد علی قصوری کوئی غیر معروف شخصیت نہیں ہیں مولوی ہونے کیساتھ ساتھ وہ کیمبرج کے تعلیم یافتہ تھے۔ مسلکاً اہلحدیث تھے۔ اور خود بعد کے مجاہدین میں بھی شامل تھے اسلئے انکی کہی ہوئی بات بڑی حد تک وقعت و اہمیت رکھتی ہے۔ پروپگنڈے کی کہانی انکی کتاب "مشاہدات کابل و یاغستان" میں ص۱۱۹ سے ص۱۲۱ تک شائع ہوئی ہے جسکے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ یہ دینی اور مذہبی لوگ اس باب میں کہاں تک جا پہنچے ہیں۔

(۱) گو جماعت مجاہدین کا مرکز مردہ ہو چکا تھا مگر انکے پروپگنڈہ کا نظام ابھی تک بہت وسیع اور [illegible] تھا جسکا نتیجہ یہ تھا کہ سیدھے سادھے مسلمان جنہیں کتاب و سنت کیساتھ عشق ہوتا تھا اس پروپگنڈا کا آسانی سے شکار ہوتے تھے ص۱۱۹

(۲) جماعت مجاہدین کے مؤسسین نے شروع سے جماعت کے قیام و بقا کیلئے ایسا منظم سسٹم بنایا تھا کہ انگریزوں کا تشدد اور غدر کے مقدمات بھی اس نظام کو نہ توڑ سکے۔ چنانچہ ہندوستان میں جگہ جگہ مختلف ادارے تھے جو بظاہر تعلیمی مشاغل میں منہمک تھے اور مدرسوں کے اور خیراتی اداروں کے ذریعہ کافی رقم جمع کرتے تھے۔ اس رقم کا ایک معتد بہ حصہ سرحد پار امیر المجاہدین کے پاس جہاد کیلئے پہنچ جاتا تھا ص۱۱۹۔

(۳) مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود اس قدر امین اور بے غرض ہونے کے وہ جماعت کیلئے حیرت انگیز جھوٹا پروپگنڈہ کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسان اضداد کا پتلا ہے یہ تضاد میں نے اکثر بہترین کمیونسٹ ورکروں میں بھی دیکھا ہے۔

اور مجھے حیرت ہوتی ہے ایک بے غرض ایثار کا پتلا امین و دیانتدار شخص کیونکر ایسی جماعت کیلئے بے دریغ جھوٹا پروپگنڈا کرنے سے نہیں جھجکتا بلکہ اسے عین ثواب سمجھ کر کرتا ہے ص۱۲۱

(مشاہدات کابل و یاغستان از ص۱۱۹ تا ص۱۲۱)

اسکے بعد بھی ان لوگوں کے غلط پروپگنڈوں کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ مثلاً یہی کہ میرا نام لے کر ہندوستان پر فوری حملہ کے متعلق بڑا غلط پروپگنڈا کرتے تھے اور خوب جی بھر کے چندہ جمع کرتے تھے ـــــ ان حضرات کی بلکہ یہی عادت اب بھی ہے دوسرے لوگوں کے خلاف دل کھول کر غلط پروپگنڈا کرتے ہیں اور سال بھر چندہ جمع کرتے رہتے ہیں۔

بہرصورت جو دیوبند پاکستان کا دشمن اول تھا اسکے جشن کے سلسلے میں لاہور کا اسٹیشن سجایا جا سکتا ہے۔ (جبکہ اس کی صدارت بھی اندرا گاندھی نے کی) خصوصی ٹرینیں چلائی جا سکتی ہیں۔ بطور خاص اجازت نامے مرحمت فرمائے جا سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ ع اگر گویم زباں سوزد

یہاں تک کہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے اپنے مضمون "تجدید و احیائے ملت" میں تو گویا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کو پاکستان کا پہلا مصور قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

> نجد میں امام عبدالوہاب کی کامیابی نے شاہ اسمٰعیل کی ہمت و جرأت اور بھی بڑھا دی میدان جنگ منتخب ہوا قرعہ فال بالاکوٹ کے نام نکلا۔ ہندوستان بھر کے مجاہدین

> وہاں جمع ہونے لگے اور اپنے آباؤ اجداد کے خیالات کے مطابق شاہ اسمٰعیل ...
> میں "پاکستان" یعنی خلافت اسلامیہ کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے ۔
>
> (از امتیاز حق ص ۹۰) (شاہ اسمٰعیل شہید ۱۴۲)

حالانکہ علمائے دیوبند کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہابیان نجد سے شاہ اسمٰعیل کا ...
... نہ ہو سکے ۔

بہر صورت ان حضرات کی پیش قدمی کا یہی حال رہا تو عنقریب آپ ان مورخین ...
... کہتے ہوئے پائینگے کہ "پاکستان" بنایا ہی سید صاحب اور شاہ اسمٰعیل نے تھا۔ پھر آپ ...
... کے سر پر تو تلوار لٹک رہی ہے ۔ آپ کا سینہ تو دہکتی گولیوں کے سامنے ہے ۔

بالکل اسی طرح جسطرح نظریۂ پاکستان کا جھٹکا کر دیا گیا تھا۔ اور اوپر سے نیچے تک ...
... بلانے والے لوگ نہایت صبر و تحمل کیساتھ نظریۂ پاکستان کی پامالی کا تماشہ دیکھ رہے ...

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اور سید احمد صاحب بریلوی کے متبعین و مقلدین ...
... پاکستان کے بارے میں کس سے پوشیدہ نہیں، ہر تاریخ داں یہ جانتا ہے کہ اس مکتب ...
... رکھنے والوں نے مسلمانوں پر فرنگیوں کو ترجیح دی تھی ۔ اور علمائے دیوبند نے مسلمانوں ...
... کو ترجیح دی ہے ۔ پہلے دہلی کی مسلمان مرکزی حکومت کو مضبوط کرنا خلاف شریعت اور ...
... تھا ۔ اور بعد میں اسلامی حکومت کا قیام و استقلال اس سے کہیں زیادہ غلط اور ناد ...
... کیا تھا ۔ ! جو یہ بزرگان دین و ملت سوچتے اور کرتے تھے !

... ادات

دوسرے مسائل کیطرح اس مسئلہ جہاد میں بھی ان حضرات کے بیان کردہ احوال و واقعات میں اتنا زبردست تباین اور تضاد پایا جاتا ہے کہ کوئی بھی ...
... ذہنی خلش میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ حتیٰ کہ یہ مورخین حضرات آجتک یہ فیصلہ ...
... کر سکے کہ سید صاحب اور اُنکے ساتھیوں کے جہاد کا رخ کدھر تھا ۔

اور یہ جہاد انگریزوں سے تھا یا سکھوں سے یا سرحد کیطرف صرف تبلیغی دورہ تھا اور ...
... اور انگریزوں سے پہلے پٹھانوں کو کچل دینا کیوں ضروری تھا ؟

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس سلسلے کے بہت سے اہم مسائل میں بعد والوں نے

... اخلاف نے اپنے اسلاف کی، اصاغرین نے اپنے اکابرین کی، تلامذہ نے اپنے اساتذہ ...
... تکنیک کی ہے جسکی وجہ سے ان حضرات کی تحریریں مشتبہ اور ناقابل قبول ہو جاتی ہیں ۔
... حاضر کے محققین نے تحریک جہاد کے باب میں جہاں پہلوؤں کی تکذیب کی ہے ۔ وہیں ...
... کی بنیاد غیر مطبوعہ قلمی نسخوں، نایاب دستاویزات اور ایسے مکتوبات پر رکھی ہے جہاں تک ...
... معانی تقریباً ناممکن ہے ۔

... بعید ہے کہ پہلے تذکرہ نگاروں پر جو قرب زمانہ اور شریک حال ہونیکی وجہ سے ماخذ قرار ...
... سکتے ہیں ۔ اُن پر تحریف کا الزام لگایا جا رہا ہے (حالانکہ وہی حضرات ان نئے مؤرخین سے ...
... معتمد اور ثقہ تھے) ان حالات میں دور حاضر کے سوانح نگاروں کی باتیں کسطرح قابل ...
... سکتی ہیں ۔ جبکہ یہ مؤرخین حضرات بھی انھیں کیطرف رجوع کرتے ہیں ۔ ویسے بھی قدیم معتمد ...
... کو جھٹلانا بڑا غلط رجحان ہے ۔

... پ باتیں

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ آجتک جتنے بھی سید صاحب کے مؤرخین گذرے ہیں تقریباً سبھوں نے سید صاحب کی علمی کم مائگی اور ...
... لکھنے میں عدم رغبتی کا اقرار کیا ہے ۔ جناب شیخ اکرام لکھتے ہیں ۔

> مولانا سید احمد ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے اُن کی ابتدائی زندگی پردۂ راز میں ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ ایام طفلی میں تحصیل علم سے آپکو رغبت نہ تھی اور مکتب میں تین چار سال گذارنے کے بعد قرآن مجید کی چند سورتوں کے سوا آپکو کچھ یاد نہ ہوا ۔
>
> (موج کوثر ص ۱۵)

جوانی میں آپ دہلی تشریف لے گئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اُنھوں نے شاہ عبدالقادر صاحب کے پاس بھیجدیا ۔

> وہاں آپ نے کچھ عرصہ صرف و نحو پڑھی قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی مطالعہ کیا ۔ لیکن پڑھنے لکھنے میں کوئی نمایاں ترقی نہ کی
>
> (حوالہ مذکور)

جناب ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں

> جب آپکی عمر ۴ سال کی ہوئی تو شرفا کے دستور کے مطابق آپ مکتب میں بٹھائے گئے
> لیکن لوگوں نے تعجب سے دیکھا کہ آپکی طبیعت خاندان کے اور لڑکوں اور ہم
> عمروں کے برخلاف علم کیطرف راغب نہیں اور آپ پڑھنے پڑھانے کیطرف توجہ نہیں
> کرتے۔ تین سال مکتب میں گذر گئے اور باوجود استاد کی توجہ و شفقت اور بزرگوں
> کی تاکید و فہمائش کے صرف قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہوسکیں اور مفرد و مرکب الفاظ
> لکھنا سیکھ گئے۔
>
> —— سیرت سید احمد شہید ص۶۹ جلد اول

اور اب مرزا حیرت کی بھی سنئے۔

> کریما کا پہلا مصرعہ خاصا دعائیہ ہے مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا
> اس پر بھی کبھی کریما بھول گئے تو کبھی بر حال ما کو دل سے محو کردیا ...... میاں جی
> نے بہتیرا سر پٹکا اور مغز پچی کی بزرگ سید کے کان پر جوں بھی نہیں رینگی۔
>
> (حیات طیبہ جز دوم ص۳۳۶)

مگر "مسلمانوں کا روشن مستقبل" کے عظیم مصنف جناب سید طفیل منگلوری ایک اور ہی داستان سناتے ہیں۔

> سید صاحب بہت ذہین تھے اور انکی علمی ترقی کی رفتار بہت تیز تھی۔ مگر ان
> میں روحانیت بڑھی ہوئی تھی اس لئے درس چھوڑ کر انھیں طریقت کی تعلیم دی
> گئی —— ("مسلمانوں کا روشن مستقبل" ص۱۲۷)

پوچھنا صرف یہ ہے کہ کیا یہ بھی کوئی ایسا مسئلہ تھا جس میں اختلاف رائے ہوتا۔ ان حوالوں کے پیش نظر جہاں تک ایک قاری سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر مصنف نے جو سمجھ میں آیا لکھ دیا درحقیقت حال کیا ہے؟ اسکو سمجھنے، پرکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

پھر یہ کہ دیگر مسائل کیطرح ان حضرات نے تاریخ میں بھی "قانون ضرورت" کو ترجیح دی ہے یعنی جب ضرورت تھی کہ یہ کہا جائے کہ سکھوں سے جنگ تھی تو کہدیا گیا کہ ان لانبے بالوں والے

[illegible] جنگ تھی۔ اور جب سکھ بھی ہندؤں کیطرح برادران وطن بن گئے۔ اور انگریزوں سے محض [illegible] جنگ انگریزوں سے تھی، سکھوں کا نام بلا وجہ درج کردیا گیا ہے۔ اور ایسے زیادہ گاڑھا [illegible] "مرموز" طریقہ استعمال کیا گیا ہے یعنی سکھ بول کر انگریز مراد تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [illegible] اس باب میں ہمارا موقف غیر مبہم اور نقطہ نظر واضح ہے۔ کہ سید صاحب اور انکے ساتھیوں [illegible] طرز پر "وہابی اسٹیٹ" کا قیام تھا جسکی تائید سید صاحب کے مورخین بھی فرماتے ہیں حق یہ [illegible] انگریزوں سے انھوں نے ایک دن بھی جنگ نہیں کی (جسکا تفصیلی جائزہ آگے آرہا ہے) سکھوں سے بھی بامر مجبوری جنگ ہوئی۔ البتہ شروع سے آخر تک سرحدی پٹھانوں پر بدعت اور [illegible] شرک کے فتوے لگاتے رہے اور ان سے جنگ وجدال بنام جہاد کرتے رہے۔ اور غیور پٹھانوں [illegible] بیٹیوں سے قوت اور ہتھیاروں کے زور پر زبردستی نکاح کا شوق پورا فرماتے رہے۔

مولوی اسمٰعیل کا عزم خونریزی

سرحدی مسلمانوں کے لئے مولوی اسمٰعیل کے عزائم انتہائی خطرناک تھے۔ انکے مورخین کے بقول وہ کھلی اور ننگی [illegible] مگر سید صاحب کی مصلحت اندیشی آڑے آتی تھی۔ یا یوں کہہ لیں کہ سید صاحب کی فوج [illegible] کے لوگ تھے جسکی وجہ سے مولوی اسمٰعیل کھلم کھلا اپنے عزائم کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے تھے [illegible] طفیل منگلوری لکھتے ہیں۔

> واقعہ یہ ہے کہ وہ جماعت مختلف اور متضاد گروہوں سے مرکب تھی جنھیں متحد رکھنے میں
> وہ مدت العمر مساعی رہے ان میں سے ایک گروہ کے سردار مولوی عبدالحی اور مولوی کرامت علی
> جونپوری تھے جو اہلسنت کا طریقہ رکھتے تھے اور دوسرے گروہ کے سردار مولوی اسمٰعیل
> تھے جو چاروں اماموں کی تقلید سے آزاد تھے اور براہ راست حدیث کو اپنا ماخذ قرار
> دیتے تھے خود سید صاحب عمل کے اعتبار سے حنفی تھے مگر ساتھ مولوی اسمٰعیل کی
> جماعت کی سرپرستی کرتے تھے جو اپنے کو محمدی کہتے تھے۔
>
> —— (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۱۲۸)

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے خوفناک عزائم کا پتہ اس خط سے اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے جو انھوں [illegible] جمادی الاول سنہ ۱۲۴۶ھ میں سید صاحب کو ایک تفتیش کے سلسلے میں لکھا تھا۔ یہاں مکتوبات سید احمد شہید

ے انکے ترجمے کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جو سخاوت مرزا نے کیا ہے۔

> میں نے ایک پرچہ لکھ کر خدمت عالی میں ارسال کر دیا ہے۔ جو اللہ نے چاہا تو جناب کے ملاحظہ سے گذرے گا لیکن اس موقع پر ذرا تامل سے کام لینا چاہئے کیونکہ یہاں دو معاملے درپیش ہیں۔ ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت کا اور انکے اموال کو جائز قرار دینا ـــ اس بات سے قطع نظر کر وہ انکے ارتداد پر یا انکی بغاوت پر مبنی ہے دوسرے یہ کہ اسکا آیا کوئی سبب ہے۔ یا کچھ اور ہے۔ جبکہ بعض اشخاص کے مقابلہ میں انکا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اور بعض کے متعلق بغاوت یا اسکا کوئی اور سبب اگرچہ کہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی یعنی تحقیق وتفتیش کرنا ہے۔ کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور انکو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔
>
> ـــ مکتوبات سید احمد شہید ص۲۲۱

عبارت کی پیچیدگی کے باوجود یہ بات واضح طریقے سے سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے کفر وارتداد میں شک وشبہ نہیں۔ اور قتل وخون ریزی کے جواز میں کوئی تامل نہیں۔ تامل صرف اس بات میں ہے کہ ان اسباب کو تلاش کیا جائے جنکی وجہ سے انکے اندر متابعت سے اعراض کی جرأت پیدا ہوئی ہے ان کا ارتداد اور انکا کافر ہونا ثابت ہے انکو قتل کیا جا سکتا ہے اور انکے مال ومتاع کو لوٹنا درست ہے۔

> اب رہا آتمان زئی کا معاملہ تو اس کا واقعہ یہ ہے کہ پشاور کے سرداروں کے ممالک میں اس میں کوئی شک نہیں کہ طرح طرح کا ظلم، فسق وفجور اور جاہلیت کی رسمیں رائج تھیں جو ابتک موجود ہیں اور ایسی ہر مملکت میں جہاں ایسی فتنہ پردازیاں ہوں تو اس ملک پر لشکر کشی کرنا امام کیلئے جائز ہے اور اس سلطنت کو درہم برہم کر دینا ثواب کا کام ہے۔
>
> ـــ مکتوبات سید احمد شہید ص۲۲۳

مولوی اسمٰعیل صاحب کا رویہ ابتدا ہی سے انتہائی جارحانہ رہا ہے اور اس کی دلیل ان کی کتاب تقویۃ الایمان ہے جس میں دنیا کے کسی فرد کو صاحب ایمان نہیں رہنے دیا گیا ہے (تفصیل آ رہی ہے)

[وہابیوں] کی کہانی کنہیا لعل کی زبانی

سچ یہ ہے کہ اس دور میں جسے جدید مورخین دور اوّل کا نام دیتے ہیں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا [جس سے م]علوم ہو کہ سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے انگریزوں سے جنگ کی ہو۔ اس باب میں [ا]صل کی بات قدرے واضح ہے۔

[ت]اریخ پنجاب مصنفہ کنہیا لعل ۱۸۸۱ء وہ اپنی اس کتاب میں واقعات جہاد بیان کرتے ہوئے [لکھتے] ہیں۔

> سید صاحب نے پشاور پر یورش کی سردار محمد خان نے بحالت ناچاری اسکی اطاعت قبول کی اور اس نے اپنا عمل دخل پشاور میں کر کے سردار سلطان محمد خان کو اپنی نیابت پر مقرر کیا اور قاضی ومفتی وہابی مذہب کے شہر میں مامور کر دیئے یہ سید احمد سرگردہ فرقہ وہابیہ کا تھا اور اس سے اول یہ ہندوستان سے باتفاق مولوی محمد اسمعیل کے عرب کو گیا اور علاقہ نجد میں رہ کر وہابیہ مذہب کی تعلیم پائی۔ پھر یہ ہندوستان میں آیا اور چاہا کہ بوسیلہ جہاد کے مجمع جمع کر کے کسی علاقہ کی ریاست حاصل کرے اس ارادے پر انہیں نے بہت روپیہ جمع کیا اور قریب چار ہزار جہادی لوگ مجتمع کر کے پہاڑ پہاڑ ہو کر پشاور کے علاقہ میں سر آ نکلا بظاہر اس کا اظہار تھا کہ میں کفار سے جنگ کر کے مسلمانی دین کو پھیلایا چاہتا ہوں چنانچہ اس نے پشاور فتح کر کے بہت جمعیت اپنے ساتھ کر لی علاقہ یوسف زئی کے پٹھان بھی اسکے ساتھ بے شمار شامل ہو گئے تھے۔
>
> ـــ (تاریخ پنجاب ص۲۲۳)

[اس واقعہ] کو بطور وضاحت سردار سلطان خان محمد کی زبانی بھی سن لیں۔

> پہلے یہ شخص کلکتہ کو گیا اور وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر خانہ کعبہ کو گیا اور وہاں نجد کے وہابی علماء بہت آئے ہوئے تھے اُن سے اس کی ملاقات ہوئی اور وہ یہاں تک اس پر غالب آئے کہ اپنے مذہب میں اسکو ملا لیا۔ اور اس نے بھی اپنے تمام ہمراہیوں کو اسی مذہب کی پابندی میں داخل کر لیا۔ اور وہاں سے پکا وہابی ہو کر پھر ہندوستان میں آیا۔ اور مشہور کیا کہ میں جہاد کرنے پر مستعد ہوں ہر ایک علماء کو چاہئے کہ مال وجان سے میری امداد

کرے ۔ ہر ایک مسلمان رئیس کے پاس یہ خود گیا اور زر کثیر بہ بہانہ جہاد وصول کیا ...
سے مسلمان جان دینے کیلئے اسکے ساتھ ہو گئے ۔

چونکہ اصل مقصد اُسکا یہ تھا کہ کسی بے انتظام علاقہ میں جاکر ریاست حاصل کرے اور والی
ملک بنجائے اسواسطے یہ گوشہ اُس نے اپنی خواہش کے مطابق پایا اور پہاڑ کے راستہ
پشاور کے علاقہ میں آپہنچا ۔

(تاریخ پنجاب صـ ۳۲۷)

اسکے بعد سکھوں کی فوج پشاور پہنچی تو یہ پشاور خالی کر کے پہاڑوں پر چڑھ گئے ۔ ...
کی فوج پشاور میں رہی مگر سید صاحب اور انکے غازی بلند و بالا پہاڑوں سے نیچے نہیں ...
جب سکھوں کی فوج واپس ہو گئی تو ۔

سید احمد جہادی نے پھر پشاور کا میدان خالی پایا فی الفور یوسف زیوں کے علاقہ سے ...
پرورش کی سلطان محمد کے پاس اپنی ذاتی فوج بہت کم تھی اس نے اطاعت مان لی تو سید ...
اپنی مراد کو پہنچ گیا تمام علاقہ میں اپنے کاردار پہنچوا دئے ۔ سردار سلطان محمد خاں کو اپنی نیابت
عطا کی اور خود انتظام عرصہ دو ماہ کر کے بارادہ فراہمی فوج یوسف زیوں کیطرف چلا ۔ مگر
وہاں جاکر اسکی تدبیر مخالف پڑی کہ اس نے بیباک ہو کر بخلاف مذہب اہلسنت وجماعت
تمام لوگوں کو اپنے وہابیہ مذہب میں داخل کرنا چاہا اور برملا ممبر پر بیٹھ کر وعظ کیا کہ کوئی مسلمان
کسی مقبرہ پر نہ جائے اسکو وسیلہ پکڑ کر دعا نہ مانگے اور اپنے بڑے بزرگوں کی ارواح کو
کچھ نہ دیوے انکو ہرگز نہیں پہنچتا ۔
یہ مسائل جب اپنے مذہب کے برخلاف لوگوں نے سنے تو حیران رہ گئے اور ملاؤں سے حال
دریافت کیا چونکہ ملاں لوگوں کا اس میں کمال نقصان تھا انہوں نے مل کر تمام علاقہ کو سید صاحب
کا دشمن بنا دیا ۔
علاوہ اسکے مشائخ ، بزرگ ، عابد و خدا پرست لوگ اس علاقہ کے سید احمد کے ایسے جانی دشمن
بنے کہ اسکے حق میں کفر کا فتویٰ دیا اور کہا کہ یہ سید احمد وہابی اولیا کی کرامت کا منکر ہے
آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ یوسف زیوں نے اس کو بزور شمشیر اپنے علاقہ سے نکال دیا

... اسکی صورت سے بیزار ہو گئے ۔ جب یہ حال پشاور میں مشہور ہوا تو شہر والوں نے
... کر کے اسکے اہلکار شہر سے باہر کر دئے ۔

تاریخ پنجاب صـ ۳۲۸

...وں کی سرپرستی

مذکورہ بالا احوال و واقعات سے جہاں بنیادی نقطۂ نظر کے اختلاف کا اظہار ہوتا ہے وہیں جناب سید احمد بریلوی اور ان کے ... کے عزائم کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ جانبدار مصنفین کی ہزاروں پردہ پوشیوں کے باوجود یہ ... کر سامنے آجاتی ہے کہ ان حضرات کا اصل مقصد و مدعا وہابیت کا فروغ اور وہابی حکومت ... جسے نئے مورخین "حکومت الہیہ" کے خوبصورت نام سے یاد کرتے ہیں ۔

ہمارے نزدیک انکا انگریزوں سے جہاد خارج از بحث ہے انگریز اتنے بیوقوف کبھی نہیں ... ان حضرات کو منظم اور مسلح کر کے کہتے "آ بیل مجھے مار" بلکہ انگریزوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل ... انھیں استعمال کیا اور یہ حضرات استعمال ہو گئے بالکل اسی طرح جیسے ہندوؤں نے اپنے مقاصد ... کیلئے انھیں استعمال کیا اور یہ استعمال ہو گئے بلکہ ہو رہے ہیں جیسا کہ طفیل احمد منگلوری اپنی ... "مسلمانوں کا روشن مستقبل" میں تحریر فرماتے ہیں ۔

اب سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے اسوقت یہ کیوں گوارا کیا کہ تمام ہندوستان
میں جہاد کیلئے سامان جنگ اور روپیہ فراہم ہوتا ہے ۔ اور گورنمنٹ کیطرف سے نہ
صرف اسکی اجازت ہو بلکہ مجاہدین کو ہر قسم کی امداد دی جائے اور انکا روپیہ وصول
کر کے انھیں دیا جائے اسکا جواب حسب ذیل اقتباس میں ملے گا ۔
اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار اسوقت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہوتی تو ہندوستان
سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچی مگر سرکار انگریزوں اسوقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں
کا زور کم ہو ۔

(مسلمانوں کا روشن مستقبل صـ ۱۳۴)

... بتائیے کہ اس عبارت سے کیا کیا نتیجے اخذ کئے جا سکتے ہیں ؟ اور تقریباً یہی بات جناب مولوی ... جعفر تھانیسری بھی لکھتے ہیں ۔

اس سوانح اور مکتوبات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنیکا ہرگز ارادہ نہ تھا ۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ انگریزی سرکار اسوقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی ۔ مگر سرکار انگریزی اسوقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو ۔

(حیات سید احمد شہید ص۲۹۳ جعفر تھانیسری)

چنانچہ جو اعلامیہ سید صاحب کیطرف سے بطور امیر المومنین کے جاری ہوا اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جنگ انگریزوں سے نہیں سکھوں سے تھی ۔

نہ تو ہم کو مسلمان امرا میں سے کسی کے ساتھ تنازعہ ہے اور نہ کسی مسلمان رئیس سے مخالفت ہے ہمارا مقابلہ کفار لعینوں سے ہے نہ مدعیان اسلام سے ۔ بلکہ صرف بالوں والے سکھوں سے ہماری جنگ ہے کلمہ گویوں اور اسلام کے طالبوں سے نہیں اور نہ سرکار انگریزی سے ہمکو کوئی مخاصمت ہے اور نہ کوئی جھگڑا ہے کیونکہ ہم تو اسکی رعایا ہیں ۔ بلکہ ہمکو تو اس کی حمایت میں رعایا کے مظالم کا استیصال کرنا ہے

(مکتوبات سید احمد شہید مترجم سخاوت مرزا ص۴۲)

اور جناب طفیل احمد منگلوری سوانح احمدی کے حوالے سے لکھتے ہیں

اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ انکو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلاسبب گرادیں ۔

مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۱۲۳

یوں تو انگریزوں کی سرپرستی کی داستان بہت طویل ہے ۔ اس جہاد میں قدم قدم پر انگریزوں نے سید صاحب اور انکے مجاہدین سے بھرپور تعاون کیا ہے ۔ جیسا کہ یہی منگلوری صاحب ... کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔

اس زمانہ میں علی العموم مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنیکی ہدایت کرتے تھے

ہزاروں مسلح مسلمان اور بے شمار سامان جنگ کا ذخیرہ سکھوں پر جہاد کرنیکے واسطے جمع ہوگیا مگر جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اسکی اطلاع ہوئی تو انھوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی گورنمنٹ نے صاف لکھا کہ تم کو دست اندازی نہیں کرنی چاہئے دہلی کے ایک مہاجن نے جہادیوں کا روپیہ چھین لیا تو ولیم فریزر کمشنر دہلی نے ڈگری دی جو وصول ہو کر سرحد بھیجی گی ۔

(حوالہ مذکور ص۱۳۲)

ان مندرجات کی روشنی میں کوئی شخص اسکے علاوہ کیا سوچ سکتا ہے کہ ان مجاہدین کا فرنگیوں سے رابطہ تھا یہی وجہ ہے کہ "جہاد پر جانے سے قبل سید صاحب نے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت نواب لفٹیننٹ گورنر کو ارادہ جہاد کی اطلاع دی جواب ملا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں"

اور تقریباً یہی بات مولانا حسین احمد صاحب مدنی بھی فرماتے ہیں اور انکی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں نے سید صاحب کیساتھ بھرپور تعاون کیا تھا نقش حیات میں لکھتے ہیں کہ "جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنیکا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور ضرورتوں کا سامان مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی"

یہی نہیں بلکہ سید صاحب کے تعلقات انگریزوں سے اتنے گہرے تھے کہ عین زمانہ جنگ میں جب راجہ رنجیت سنگھ نے حکیم عزیز الدین اور سوار و زیر سنگھ کو سفیر مقرر کیا ۔

اور پیام صلح دیکر سید صاحب کیطرف بھیجا صلح کی شرط راجہ رنجیت سنگھ نے یہ پیش کی کہ دریائے اباسین سے بائیں طرف کا ملک جو سید صاحب کے قبضے میں ہے انکے قبضے میں رہے اور وہ دائیں طرف کا تعرض نہ کریں راجہ رنجیت سنگھ کی اس سفارت کا جواب سید صاحب نے مولوی خیرالدین شیر کوٹی اور حاجی بہادر خاں کے ہاتھ بھیجا وہ سب سے پہلے جنرل ونٹورا کی ملاقات کو گئے ۔

جنرل ونٹورا نے ڈپلومیسی کا جال پھیلایا اور کہا کہ جسوقت میرا ڈیرا حضرو میں تھا اسوقت ایک شخص بطور سفیر خلیفہ صاحب (یعنی حضرت مولانا سید احمد بریلوی) کیطرف سے میرے

> پاس آیا تھا اور کہتا تھا کہ اگر راجا رنجیت سنگھ خلیفہ صاحب کی معرفت (مالگذاری)
> ملک یوسف زئی کی کیا کریں تو سرکار خالصہ تکلیف فوج کشی اور زیرباری سے رہائی
> پائے اور اس ملک کے آدمی تاراجی اور آتش زنی سے مخلصی پائیں سو یہ بات مجھکو بہت
> پسند آئی۔
> جنرل ونٹورا کی چال بہت گہری تھی اسکی کوشش یہ تھی کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے
>
> (موج کوثر ص ۲۷-۲۸ شیخ محمد اکرام)

اسکے بعد جنرل ونٹورا اور سید صاحب کے سفیروں کے درمیان کچھ تلخ باتیں ہوئیں اور یہ سفارت رنجیت سنگھ کے پاس جانے کے بجائے ونٹورا سے ملاقات کرکے واپس آگئی (موج کوثر)

اگر یہاں کہا جائے کہ بات اعتماد کی ہے تو کچھ غلط ہوگا یعنی پیش کش راجہ رنجیت سنگھ کی طرف اور پہل بھی راجہ کیطرف سے ہوئی مگر سید صاحب کے سفیر پہلے جنرل ونٹورا سے ملتے ہیں تاکہ ضروری مشورہ فرماسکیں اور حد یہ کہ راجہ رنجیت سنگھ سے گفتگو کیے بغیر واپس ہوجاتے ہیں جو سراسر غلط کہ بہرصورت ونٹورا کی چال کامیاب رہی یعنی لڑاؤ" اور مجاہدین اس چال کا شکار ہوگئے۔

حیرت یہ ہے کہ مولانا مدنی اور انکے ہم خیال کانگریسی ذہن رکھنے والے حضرات انگریزوں سے جہاد ثابت کرنے کے درپے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجاہدین اور انکے قائدین کا واضح عقیدہ اور نظریہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد ناجائز و ناروا ہے پھر ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ ان حضرات نے انگریزوں سے جہاد کیا ہوگا

ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر میں سید صاحب کی تحریک جہاد کی بالکل وہی صورت تھی جو وہابیوں کیوجہ سے حجاز مقدس میں رونما ہوئی۔ وہاں بھی وہابیوں نے انگریزوں کی مدد اور تعاون سے اہل حجاز کا خون بہایا اور فتوؤں کی آڑ میں انکی عصمتوں کو حلال کیا۔ انکی بہو بیٹیاں کو باندیاں بنایا اور ان کے مال لوٹے اور انھیں گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا۔

اور یہاں بھی انگریزوں ہی کی مدد اور تعاون سے سنی حنفی مسلمانوں کو کافر، مشرک، مرتد، منافق، مبتدع باغی قرار دے کر انکی بہو بیٹیوں کو باندیاں بنایا گیا، قتل و غارتگری کی گئی، لہو سے پتھروں کے سینے سیراب کردئے گئے اور نکاح بیوگان کی آڑ میں پٹھانوں کے ناموس کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔

انگریز یا سکھ

یہ عنوان جناب ایوب قادری صاحب کا قائم کردہ ہے۔ موصوف دورِ جدید کے خاصے نامور مورخ شمار ہوتے ہیں۔ خصوصًا سید صاحب کی تحریک اور برصغیر سے متعلق احوال و واقعات اور شخصیات پر کافی کچھ لکھا ہے۔ انکے حوالے سے اس نقطۂ نظر کی بھرپور تائید ہوتی ہے کہ "تحریک مجاہدین کا مقصد" وہابی اسٹیٹ" کا قیام تھا ایوب قادری لکھتے ہیں۔

> تحریک مجاہدین کے سلسلے میں ایک امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے بعض لوگوں نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ تحریک مجاہدین کا مقصد سکھوں کا استیصال تھا یا انگریزوں کے اقتدار سے چھٹکارا حاصل کرنا
> حقیقت یہ ہے کہ تحریک مجاہدین کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام اور مسلمانوں کے گئے ہوئے اقتدار کو واپس لانا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں سے زیادہ تو انگریز مورخ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے سمجھا ہے اور انڈین مسلمانس میں واضح کردیا ہے۔
>
> (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۷۸ ایوب قادری)

اور ہنٹر نے نہایت وضاحت کیساتھ لکھا ہے کہ یہ ایک وہابی تحریک تھی اور نجدی تحریک وہابیت کا اثر تھی۔ یہ لوگ سرحد میں وہی کچھ کرنا چاہتے تھے جو عرب میں نجدی وہابیوں نے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایوب قادری کے علاوہ تقریبًا سبھی اہل قلم وہابیوں نے ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی سخت مخالفت کی ہے سر سید سے لیکر مہر صاحب تک جتنے بھی اس قبیل کے مورخین گذرے ہیں کسی نے بھی ہنٹر کی تائید نہیں کی جبکہ ایوب قادری خود لکھتے ہیں۔

> واقعہ یہ ہے کہ یہ شوشہ بھی اپنوں ہی کیطرف سے حکومت برطانیہ کی وفاداری کے سلسلے میں چھوڑا گیا۔ سب سے پہلے سر سید احمد خاں نے (آور انڈین مسلمانس) پر تبصرہ کیا اور ثابت کرنیکی کوشش کی کہ یہ جہاد سکھوں کے خلاف تھا
>
> (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۷۹)

ایوب قادری صاحب کے مندرجات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

- سید صاحب کا مقصد جہاد وہابی حکومت کا قیام تھا جسے قادری صاحب حکومت ...
- اور یہ کہ فی الواقع سید صاحب کی جنگ کسی سے نہیں تھی۔
- اور یہ کہ اس باب میں جو کچھ ہنٹر نے لکھا ہے درست لکھا ہے
- اور یہ کہ سید صاحب کا مقصد سکھوں سے جہاد کرنا نہیں تھا بلکہ انگریزوں سے تھا
- اور یہ کہ یہ سر سید صاحب کی اپنی من گھڑت ہے؟

جناب ایوب قادری نے تو یہاں تک لکھدیا ہے کہ

> اس تحریک کے خاص رکن مولوی محمد جعفر تھانیسری نے اصل مواد میں ترمیم کر کے انگریزوں کے بجائے سکھوں کا لفظ لکھا اور مشتہر کیا
>
> (جنگ آزادی صہ ۶۹)

خدارا ہمیں بتایا جائے کہ محمد جعفر تھانیسری، مرزا حیرت دہلوی، سر سید احمد خاں اور ... بہت سے لوگ کون تھے اور کن لوگوں کے بزرگ تھے؟ اور یہ ترمیم، تحریف، تنسیخ کن ... سرزد ہوئی۔ اور ایسا کیوں ہوا۔ تاریخ کیساتھ ایسا اندوہناک ظالمانہ مذاق کن لوگوں نے کیا؟ قاری ان باتوں کا جواب طلب کرتا ہے۔

اور یہ کہ کیا قادری صاحب اپنے اس موقف کے ثبوت میں کہ "سکھوں سے جنگ کا ... انہوں ہی کیطرف سے حکومت برطانیہ کی وفاداری کے سلسلے میں چھوڑا گیا اور یہ کہ انگریزوں کے بجائے سکھوں کا لفظ لکھا اور مشتہر کیا گیا" کوئی ایسا صحیح نسخہ پیش کر سکتے ہیں جس میں سکھوں کے بجائے انگریز لکھا ہوا ہو۔

پھر حیرت یہ ہے کہ مولانا مدنی اپنی خود نوشت نقش حیات میں جعفر تھانیسری کو ... قرار دیتے ہیں۔

"مولوی محمد جعفر تھانیسری جو سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں" نقش حیات ...

اور اسی طرح محمد اقبال سلیم گاہندری حیات سید احمد شہید کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں۔

> یہ کتاب حیات سید احمد شہید مصنفہ مولانا محمد جعفر تھانیسری جو اس وقت نفیس اکیڈمی کیطرف سے شائع کیجارہی ہے حضرت سید احمد شہید کے مخلص متبع کی تصنیف ہے
>
> حیات سید احمد شہید صہ ۴

... صورت مجاہدین کا ارادہ سکھوں سے جنگ کا ہو یا انگریزوں سے لڑائی کا خون سرحد کے سنی ... مسلمانوں ہی کا بہا گیا اور یہ سب اس منصوبہ بندی کے تحت ہوا کہ پہلے ان (منافقین مرتدین) ... مسلمانوں کو ختم کر دو پھر انگریزوں اور سکھوں سے نبٹتے رہینگے۔

اعتراض کا جواب تلوار ہے

چنانچہ جناب ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب "سیرت سید احمد شہید" میں مولوی محمد اسمعیل صاحب دہلوی کا ایک ... نقل کرتے ہیں جسکے پڑھنے کے بعد ان کے خونی عزائم کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

> پھر جب آپکی امامت ثابت ہوگی اور کوئی امر جو اس منصب سے آپکی علیحدگی کا سبب ہو نہ پایا گیا پس آپکی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی جو آپکی امامت سر سے تسلیم نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کرے وہ باغی مستحل الدم ہے اور اسکا قتل کفار کے قتل کیطرح عین جہاد اور اسکی بے عزتی تمام اہل فساد کیطرح خدا کی عین مرضی ہے۔ اسلئے کہ ایسے لوگ بحکم احادیث متواترہ کلاب النار اور ملعونین اشرار ہیں اس مسئلہ میں اہل ضعیف کا یہی مذہب ہے اور معترضین کے اعتراض کا جواب تلوار ہے نہ کہ تحریر و تقریر
>
> (سیرت سید احمد شہید صہ ۴۲۱ علی ندوی)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک شخص ایک گروہ ایک جماعت کو لیکر پہاڑوں میں بنام جہاد جا ٹھہرے اور کچھ لوگوں کو جمع کر کے امامت کا دعوی کر دے تو کیا وہ فوجی لیڈر امام المسلمین کہلا سکتا ہے۔ اور یہ کہ اسکی اطاعت نہ کرنیوالے اسلام کے باغی قرار دئے جائینگے اور اسکے نہ ماننے والوں کا خون حلال ہوگا، انکے مال و منال لوٹ لئے جائینگے۔ انکی عورتیں باندیاں بنالی جائینگی؟ بینوا توجروا!

شیخ اکرام کی گواہی

اور پھر واقعۃً مولوی محمد اسمعیل اور انکے ساتھیوں کی تلواریں بے نیام ہوگئیں اور مسلمانوں کا خون کچھ اسطرح بہایا گیا کہ دریائے اباسین کا پانی سرخ ہوگیا۔ اگر غور کیا جائے تو مولوی محمد اسمعیل کی زبان وہی ہے جو عرب کے نجدیوں کی تھی اور ان کا طرز عمل وہی ہے جو وہابیان نجد کا تھا۔

کیا انھوں نے سرحد میں وہی کچھ نہیں کیا جو نجدیوں کے ہاتھوں حجاز مقدس میں ہو چکا تھا۔ شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

> اسکے علاوہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب کے بعض ساتھیوں کا رویہ ہمدردی
> اور معاملہ فہمی کا تھا بلکہ وہ جلد ہی فاتحانہ تشدد پر اتر آئے مثلاً خان اللہ بخش ہی
> سید صاحب کے مقرر کردہ ایک قاضی کی نسبت لکھتے ہیں۔
> ایک موقع پر جب مذکورہ جماعت (مجاہدین) کے قائد سید محمد جہاں کے ارشاد
> کہ جو اہل رسوم خدا و رسول کے حکم کے خلاف باپ دادا کی ریت پر چلتے ہیں وہ علا
> کافر ہیں — کسی نے کہدیا کہ منیۃ المصلی میں اہل رسوم کو کافر نہیں کہا گیا تو اس کا جواب
> گھونسوں سے دیا گیا۔ اور قائد موصوف نے اسوقت تک معترض کو نہیں چھوڑا جب تک
> اس نے دوبارہ کلمہ نہیں پڑھ لیا۔ بالفاظ واضح تر اسے دوبارہ مسلمان بنایا گیا۔
>
> موج کوثر ص ۳۱ شیخ محمد اکرام

ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں

جناب علی ندوی مجاہدین کے قتل کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

> مذکورہ بالا اسباب میں اتنا اور اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ سمہ کے علاقہ میں جو غازی
> متعین یا مقیم تھے۔ یا کبھی کبھی کسی ضرورت سے دورہ کرتے تھے ان میں سے جنکو
> زیادہ صحبت و تربیت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا یا مزاجاً درشت اور لاابالی واقع
> ہوئے تھے ان سے کہیں کہیں بدعنوانیوں اور تعدی کے واقعات بھی پیش آئے
>
> سیرت سید احمد شہید ج ۲ ص ۳۲۲

اگرچہ ان وحشت خیز واقعات کے ذکر میں جناب علی ندوی کا لہجہ دھیما اور دبا دبا سا ہے
مگر بات وہی ہے جو شیخ اکرام کی تحریر سے مظہر ہے۔ اور یہ تمام کاروائیاں اُن فتاوٰں کے زیر اثر
عمل میں لائی جاتی تھیں جو امیر المومنین کیطرف جاری کئے جاتے تھے اور یہ بات کسی سے پوشیدہ
نہیں کہ اس قسم کے فتاوے مولوی محمد اسمٰعیل ہی تصنیف فرماتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

> سید صاحب کی امامت از روئے قوانین شرعیہ تعامل ثابت و برحق ہے آپکی اطاعت
> فرض اور اس سے خارج باتفاق کتاب و سنت و اجماع و نصوص فقہ باغی
> اسکا قتل واجب، اسکا خون حلال اور وہ ناری ہے اسپر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہئے
>
> (سیرت سید احمد شہید جلد ۲ ص ۸۶)

[illegible] کہتے ہیں "ذئاب فی ثیاب" دوسروں پر شر انگیزی۔ فتنہ سازش۔ فتویٰ بازی کا الزام
[illegible] والوں کو چاہئے کہ اس آئینہ کو سامنے رکھیں تاکہ انھیں اپنی تصویر نظر آتی رہے۔ اور مظلومیت
[illegible] اوڑھ کر دوسروں کو ظالم قرار دینے والوں کو اب سوچنا چاہئے کہ تا دیر یہ تقدس مآبی باقی
[illegible] رہ سکتی۔

[illegible]ت انگیز انکشاف

مرزا حیرت دہلوی نے اپنی کتاب "حیات طیبہ" میں جہاں علمائے کرام اور مشائخ عظام پر نہایت گھناؤنے اور رکیک حملے کئے ہیں [illegible] میں کچھ ایسی باتیں بھی لکھ گئے ہیں جن سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے جناب [illegible] لکھتے ہیں۔

> فتح پشاور کے بعد احکام شرع ناگوار صورت میں پبلک کے سامنے پیش کئے جاتے تھے
> صد ہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ شرع محمدی کے موافق عمل درآمد کریں۔
> مگر انکی بے اعتدالیاں حد سے بڑھ گئی تھیں وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے
> کہ اُن سے نکاح کرلیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں
> جاری ہیں مجاہدین میں سے کسی نے انھیں پکڑا اور زبردستی مسجد میں لیجاکر نکاح پڑھوالیا
>
> حیات طیبہ جز اول ص ۲۴۲

الحاصل ہم "وہابیت کے دانت" نامی کتاب میں جناب سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل [illegible] کے جہاد اور اسکے اسباب و بواعث، پٹھانوں کی فداکاری اور ان پر فتاوٰں کی بمباری، مجاہدین کی بے اعتدالیاں۔ اور اس تحریک جہاد کے ناکامی کے اسباب، وہابی عقائد و نظریات اور پھر اس باب میں مؤرخین کا اضطراب ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں بیان کرچکے ہیں۔

تقویۃ الایمان

عقائد و نظریات کی اہمیت

اس سے پہلے کہ ہم تقویۃ الایمان (مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی) اور جناب ایوب قادری کے دور اول اور تحریک جہاد کے متعلق مزید خیالات کا اظہار کریں۔ اختلافات کے بنیادی وجوہ کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں

دورحاضر کی تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اس دور کے اہل علم
عقائد ونظریات کے اختلافات کو عمداً کوئی وقعت نہیں دیتے۔ حالانکہ قوموں کے عروج وزوال
کی تاریخ میں عقائد ونظریات کو بہت بڑا دخل ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عقائد ونظریات
کی بنیاد پر ملک کے ملک زیروزبر ہوگئے۔ بہتے ہوئے لہو کی حرارت سے زمین کا شاداب
جلس کر رہ گیا ہے۔ ایک ہی ملک ایک ہی قبیلہ ایک ہی خاندان کے لوگوں نے صرف نظریاتی
اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ ڈالی ہیں۔

آپ اس دور کی تصنیفات ہی کو دیکھ لیجئے کہ تذکرہ نویس حضرات پر کس قدر انانیت اور
تعصب کا غلبہ ہے کہ صرف نظریاتی اختلاف کی بنا پر کیسے کیسے عظیم لوگوں کو تاریکیوں کے حوالے کر
میں یہ کہنے میں قطعاً باک نہیں محسوس کرتا کہ عقائد ونظریات ہی کے اختلاف کیوجہ سے سید احمد
بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے پٹھانوں کو مشرک، منافق، باغی قرار دے کر ہر قسم کا جور وستم روا رکھا
عقائد ونظریات ہی کے اختلاف کیوجہ سے پٹھانوں نے جناب سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل
دہلوی کو تہ تیغ کردیا۔

اختلاف کا پہلا بیج

یہ بات علی رؤس الاشہاد کہی جاسکتی ہے کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی
کی "تقویۃ الایمان" کے وجود میں آنے سے پہلے برصغیر کے علماء
میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں تھا۔ اور اگر تھا تو کم ازکم تاریخ اس کو کوئی وقعت نہیں دیتی
پھر اچانک ہی اتفاق واتحاد کی پوری فضا دھندلا کر رہ گی۔ اور مولوی محمد اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان
کو افتراق بین المسلمین کا شرف حاصل ہوگیا۔

اور میں علی رؤس الاشہاد کہہ سکتا ہوں کہ یہی انگریزوں کا مقصد تھا جو "تقویۃ الایمان" کے
ذریعہ پورا ہوگیا۔ جناب "روشن مستقبل کے مصنف" طفیل احمد منگلوری فرماتے ہیں۔

> ہندو مسلمان کے مابین عام مخالفت برطانیہ کے عہد میں شروع ہوئی۔ اُسکے بعد جو
> طریقہ اختیار کیا گیا اُسکا حال "مسرجان میلکم" کے قول سے معلوم ہوگا۔ وہ یہ ہے
> اس قدر وسیع سلطنت میں ہماری غیر معمولی قسم کی حکومت کی حفاظت اس امر پر منحصر
> ہے کہ ہماری عملداری میں جو بڑی جماعتیں انکی عام تقسیم ہو۔ اور پھر ہر ایک جماعت

> ٹکڑے مختلف ذاتوں اور فرقوں اور قوموں میں ہوں۔ جب تک یہ لوگ اس
> طریقے سے جدا رہینگے۔ اُس وقت تک غالباً کوئی بغاوت اُٹھ کر ہماری قوم کے
> استحکام کو متزلزل نہ کریگی۔
>
> (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۲۴۳)

جناب منگلوری کے اس ارشاد کے پیش نظر ہمارا یہ عندیہ صحیح ہے کہ "ہندوستان میں کم ازکم
مسلمانوں کے درمیان افتراق کی یہ فضا نہیں تھی۔ اور یہ فضا انگریزوں نے اپنی مقصد برآری کیلئے
پیدا کی۔ تواب ہمیں انصاف کی نظر سے یہ دیکھنا پڑے گا کہ اختلاف وانتشار کا مخرج کہاں ہے۔
وہ مخرج "تقویۃ الایمان" ہے جسکے ذریعہ تمام مسلمانوں کو کافر بناکر فتنے کا بیج بویا گیا۔

جناب ایوب قادری جو مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اور انکے مخدوم سید احمد بریلوی کے نہایت
اول مداحی اور مداح ہیں اپنی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں لکھتے ہیں۔

> تحریک مجاہدین پر ایک نظر! دور اول سید احمد کی تحریک تجدید واحیائے
> دین اور جہاد کی تحریک تھی توحید خالص کی تبلیغ شرک وبدعت اور قبر پرستی کا استیصال
> مراسم محرم کی بیخ کنی شادی وغمی نیز دیگر تقریبات کے غیر اسلامی مراسم کے بجائے اسلامی
> سادہ زندگی کا احیاء۔ اور نکاح بیوگان کی ترویج واشاعت اسی تحریک کے
> خاص عنصر تھے۔ اس مقصد کیلئے شاہ اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان جیسی انقلاب
> آفریں کتاب لکھی۔
>
> (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص۵۴)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے بارے میں ایک اور انقلاب آفریں خیال
ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی محمد عارف سنبھلی جو ندوۃ العلماء کے استاد ہیں لکھتے ہیں۔

"اسی مجاہدانہ جذبہ سے سرشار ہوکر انھوں نے تقویۃ الایمان لکھی اور شیطان اور اسکے چیلوں،
چانٹوں نے امت محمدیہ کے جاہل طبقوں میں جو شرک پھیلا دیا تھا اس پر ٹھیک فاروقی
انداز میں بھرپور وار کیا اور حق یہ ہے کہ اسکو جہنم رسید کر دیا۔"

(بریلوی فتنہ کا نیا روپ ص۴۰)

اور اب جناب ایوب قادری ہی کے قلم سے اس کتاب کا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ
بات واضح ہوجائے۔ لکھتے ہیں۔

> مولانا فضل حق نے سب سے پہلے "تقویۃ الایمان" اس شہنشاہ کی تو یہ شان..... کی عبارت
> کے پیدا کر ڈالے پر امتناع نظیر اور امکان نظیر کی بحث چھیڑی ایک مختصر سا رسالہ
> اس عبارت کی رد میں لکھا پھر تو اس سلسلے میں بہت سے رسالے قلمبند ہوئے
> اور تقویۃ الایمان کے مستقل رد لکھے گئے۔
> غرض اس تحریک کی مخالفت کے آغاز کا سہرا مولانا فضل حق خیرآبادی کے سر ہے
> (حاشیہ ۱ صفحہ ۵۴ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء)

جناب قادری اس بات پر تو برہم ہیں کہ مولانا فضل حق نے "تقویۃ الایمان" کا رد لکھا مگر
تقویۃ الایمان جیسی گمراہ کن کتاب کو اس کی تمام حشر سامانیوں سمیت ہضم کر گئے۔
خود قادری صاحب کا یہ حال ہے کہ اپنے ممدوح مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی اس
انقلاب آفریں کتاب کا بعینہ حوالہ بھی درج فرمانیکی جرأت نہ کر سکے۔
تقویۃ الایمان واقعی انقلاب آفریں کتاب ہے جس نے برصغیر کی ہنستی مسکراتی محبت و الفت
سے لبریز سرزمین پر نفرت و عداوت کے شعلے بھڑکا دیئے اس انقلاب آفریں کتاب کی بابت
ہم پھر کبھی کسی موقعہ پر گفتگو کرینگے۔ پہلے آپ مکمل حوالہ ملاحظہ فرمائیں جسے قادری صاحب
نے کن مصلحتوں کی بنا پر نظر انداز کر دیا ہے۔

> جو کوئی کسی نبی ولی کو، امام شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں
> اس قسم کا شفیع سمجھے تو وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے معنی
> کچھ بھی نہ سمجھے اور اس مالک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی۔ اس شہنشاہ کی شان تو یہ ہے
> کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی، جن فرشتے اور محمد صلی
> اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔
> (تقویۃ الایمان راشد کمپنی دیوبند صفحہ ۲۲)

پوری تقویۃ الایمان گستاخیوں، بیباکیوں کا کھولتا ہوا سمندر ہے جس نے نہ جانے کتنے

دلوں کو ویران کر دیا ہے حق یہ ہے کہ جیسے قادری صاحب انقلاب آفریں کتاب فرماتے
ہیں وہ اس قابل ہے کہ نذر آتش کر دیا جائے۔ یاد رہے کہ مولوی محمد اسماعیل کی اس کتاب پر
گرفت ہی نے مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کو ان کا معتوب کیا ہے اگر حضرت خیرآبادی
گرفت نہ فرماتے تو سب کچھ ٹھیک تھا۔
اسکے باوجود اس باب میں جناب ایوب قادری ستائش کے لائق ہیں کہ انہوں نے اختلاف
کے بنیادی نقطۂ نظر کا ذکر کیا اور اس کا بھی اقرار ہے کہ تقویۃ الایمان کے بعد ہی نظریاتی معرکہ
آرائی شروع ہوئی۔ اور یہ کہ تقویۃ الایمان ہی اختلاف کی وجہ بنی ہے۔
اور یہ اختلافات اسوقت بہت واضح ہو گئے تھے جب سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل
دہلوی نے سرحد میں یگگونہ برتری حاصل کر لی تھی۔ اور یہی اختلاف پہاڑوں میں ان کی مکمل
تباہی کے اسباب بنے۔

بنیادی نقطۂ نظر کا اختلاف

اس سلسلے میں جناب شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

> سید صاحب اپنے رفقاء کی بے اعتدالیوں کو رد کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے
> اور جانتے تھے کہ سمجھدار اور معاملہ فہم حضرات کو ذمہ داریاں سونپنی چاہیں مثلاً
> انہوں نے بڑی کوشش کی کہ مولانا خیر الدین قاضی القضاۃ بننے پر آمادہ ہو جائیں عشر
> کا بھی شاید کوئی حل نکل آتا۔ لیکن مجاہدین اور باقی باشندوں میں تو بنیادی نقطۂ نظر
> کا اختلاف تھا۔ قبائل کو جو رسمیں عزیز تھیں مجاہدین کے نزدیک وہ کفر تھیں حالات
> کو دیکھ کر وہ یہی فیصلہ کر سکے کہ مروجہ رسومات خلاف شریعت اسلامیہ تھیں اسوجہ
> سے پہلے انکی اصلاح ہونی چاہئے اور اسکے لئے اقدام شروع کر دیا۔ اور قرن اوّل
> کے مخلص مسلمانوں کیطرح بیک جنبش لب احکام خداوندی کو نافذ کرنا چاہا اور
> اس کا مطلق خیال نہ کیا کہ وہ قوم قرن اوّل کی قوم نہ تھی
> موج کوثر صفحہ ۲۱ شیخ محمد اکرام

اس سلسلے میں اگرچہ جناب شیخ اکرام چبا چبا کر بات کرنے کے عادی ہیں اور مدح سرائی
کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے پھر بھی حقیقت کا اظہار بہر صورت ہوگیا ہے۔ بشاہی کہ

مجاہدین اور باقی باشندوں میں تو بنیادی نقطۂ نظر کا اختلاف تھا، اگر ٹھنڈے دل سے
کیا جائے تو معاملات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی یہ بات بہایت آسانی سے
سکتی ہے کہ اتنا خون خرابہ تو غلط رسموں کی بنیاد پر ہوا نہ ہی عشر کی وجہ سے ہوا اصل
نقطۂ نظر کا اختلاف تھا۔ حیرت ہے کہ سید صاحب کے قدیم وجدید مؤرخین بار بار یہی
لکھتے ہیں کہ رسموں کی بنا پر جنگ ہوئی اور تباہی پھیلی۔ مگر یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے کہ رسموں
کی وجہ سے آدمی مشرک بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہ جن چیزوں کو یہ حضرات صریح شرک
ہیں وہ شرک بھی ہے یا نہیں؟ وہاں تو برجستہ مشورے دئے جا رہے تھے۔

> مولانا نے (مولوی محبوب علی صاحب) راستے سے سید صاحب کو ایک خط لکھا اس
> میں اس بات پر ناگواری کا اظہار اور اعتراض تھا کہ آپ نے درانیوں سے صلح کیوں
> کرلی ہے جو مجاہدین ومہاجرین کے سدراہ بن رہے ہیں اور اسکو توکل وعزیمت کے
> منافی بتایا اور صاف صاف مشورہ دیا کہ پہلے ان کلمہ گو کافروں سے جہاد کرنا چاہئے
>
> ——— سیرت سید احمد شہید جلد ۲ ص ۵۳

غور فرمائیے یہاں اسلامی اخلاق فاضلہ کا کہیں دور دور پتہ نہیں چلتا جو ہندوؤں اور سکھوں کا
تھا مگر مسلمان پٹھانوں کو کافر اور مشرک بنا کر شوق جہاد پورا کیا جا رہا ہے۔ اور یہی نہیں کہ
صرف مشورہ تھا۔ اس کا جواب بھی دیکھتے چلیں۔

> انشاء اللہ تعالیٰ اس عاجز کا قصد ہے کہ بیس روز یا تقریباً ایک ماہ کے بعد
> پشاور جائے۔ میں نے ہرگز ہرگز منافقوں کیساتھ کوئی مصالحت نہیں کی ہے
> اور نہ کبھی ان سے موافقت کی کوئی راہ نکالی ہے
>
> ——— (مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۰۱)

جواب فتویٰ

بنیادی نقطۂ نظر کے باب میں فتویٰ بازی ہوتی رہی اور مولوی محمد اسمٰعیل
دہلوی اور اُنکے مقلدین، معاونین شرک وکفر کی توپ بازی کرتے رہے
نتیجہ یہ نکلا کہ پہاڑوں میں بسنے والے سادے لوگ جو سید صاحب اور انکے غازیوں کے اتنے
معتقد تھے کہ انکی سواریوں کی خاک آنکھوں سے لگاتے تھے یکدم برہم ہو گئے۔

شیخ الاکرام ہی آگے چل کر لکھتے ہیں۔

> اور شاید بعض مخلص قدیم الخیال ہستیوں کو بھی سید صاحب کے بعض ساتھیوں
> کے طور طریقے بلکہ عقائد بھی کھٹکتے ہوں۔
> نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور علماء کا مجاہدین کے خلاف متحدہ محاذ قائم ہوگیا
> مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب القتل ہونے کے فتوے دئے گئے
>
> ——— موج کوثر ص ۲۱

لوگ آئے ہوئے علما نے سرحد برجستہ کہا کرتے تھے کہ

> یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو کوئی چیز نہیں سمجھتے اور بلا وجہ شرعی مسلمانوں
> کی جان و مال پر دست درازی کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس سے آگے بڑھ
> کر مجاہدین کو باغی مقتولین کو شہید کہتے تھے۔
>
> ——— سیرت سید احمد شہید ج ۲ ص ۳۴۳

مناظرہ بازی

اور پھر یہ اختلاف اتنے بڑھ گئے کہ پہاڑوں میں عین جہاد کے موقع پر
بھی مناظرہ بازی کا شوق اور شرک وکفر کی الزام تراشی کا شغل جاری رہا۔
جناب شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

> لیکن جہاد کے دوران میں جب مخالفین عام مسلمانوں کو سید صاحب کے عقائد کے
> بارے میں بہکانے لگے اُنہوں نے بمقام پنجتار مذہبی مسائل کی تشریح کیلئے افغان
> علماء کو بلایا اور شاہ اسمٰعیل صاحب نے بڑی قابلیت سے مسئلہ عدم وجوب تقلید کی حمایت کی
>
> ——— موج کوثر ص ۲۲

اب تک تو ہم یہ سنتے آ رہے تھے کہ یہ شرف صرف بغداد والوں کو حاصل تھا کہ دشمن سر حدوں
پر لگا رہا تھا اور اہل بغداد مناظرہ کر رہے تھے۔
مگر یہاں بھی تقریباً وہی صورت حال بنی گئے تھے جہاد کرنے اور پٹھانوں سے مناظرہ بازی
کرتے تھے یا پھر شرک کا فتویٰ لگا کر جہاد کی مشق فرمایا کرتے تھے۔
غالباً انھیں حالات کے پیش نظر مولوی محبوب علی نے جنکا ذکر ہم کر آئے ہیں جو مجاہدین

کا ایک قافلہ لیکر پہاڑوں میں پہنچے تھے) بڑی عجیب بات کہی تھی کہ

> تمہارے اوپر بیوی بچوں اور والدین کے حقوق ہیں تم یہاں کیوں بیٹھے ہوا لوگوں
> نے کہا جہاد کیواسطے! مولوی صاحب نے کہا جہاد کہاں ہے! اور کون کفار سے مقابلہ
> ہے کس ملک میں تمہارا عمل دخل ہوا۔! صبح سے شام تک تم لوگ کھانے پکانے کی
> فکر میں رہتے ہو جہاد کا محض بہانہ ہے تمہاری دنیا اور آخرت دونوں خراب ہیں
>
> سیرت سید احمد شہید جلد ۲ ص ۵۷

اور پھر مولوی محبوب علی لڑ جھگڑ کر بہتر سے مجاہدین کیساتھ واپس ہو گئے۔ پھر ...
سے رقوم اور قافلے دونوں بند رہے۔ اور ہزار جتن کے بعد پھر یہ سلسلہ جاری ہوا۔ ...
کر کیا یہی حال تبلیغی جماعت کا نہیں ہے؟ اور کمال یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو ...
کہتے ہیں اور انکا دھندا بھی وہی ہے جو مولوی محبوب صاحب نے کہا ہے "صبح سے شام تک
لوگ کھانے پکانے کی فکر میں رہتے ہو جہاد کا محض بہانہ ہے تمہاری دنیا و آخرت دونوں
خراب ہیں"

یکطرفہ کاروائی

جناب شیخ محمد اکرام یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اب تک پٹھانوں کے ...
میں جو کچھ کہا جاتا رہا ہے وہ ایک یکطرفہ کاروائی تھی یا تو پٹھانوں
کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی یا انکے موقف کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا
پروپیگنڈے کے زور پر پٹھانوں کو ظالم اور مجاہدین کو مظلوم قرار دے کر داستان گوئی ...
کر دی گئی ــــــ لکھتے ہیں

> اس افسوسناک انقلاب احوال کا تجزیہ کرنا اور اسکے اسباب و بواعث ڈھونڈنا
> تاریخ نگار کا تلخ فرض ہے۔ لیکن آج یہ کام کسی قدر آسان ہو گیا ہے۔ اب تک
> اس سانحہ کے متعلق فقط سید صاحب کے عقیدت مندوں کے بیانات ملتے تھے
> جنکی ترجمانی عہد حاضر میں مولانا مہر نے بڑے جوش و جذبہ سے کی ہے
>
> موج کوثر ص ۳۰

اگر غیر متعصبانہ طریقہ سے دیکھا جائے، تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ پٹھانوں ...

... اور انوکھی حرکت نہیں کی تھی "مرتا کیا نہ کرتا" کے مصداق فتووں کا جواب فتووں سے دیا
اور تلوار کا جواب تلوار سے

پھر اس باب میں صرف پٹھانوں ہی کو کیوں قابل ملامت اور لائق گردن زدنی قرار دیا جاتا
... صاحب کے مجاہدین اور غازیوں نے بھی تو فتووں ہی کی آڑ میں ہر قسم کی تعدی سرکشی
... کرداریاں روا رکھی تھیں اور انتہائی دیدہ دلیری سے چلتی پھرتی لڑکیوں کو بنام جہاد اٹھا کر مسجد
... ہو جایا کرتے تھے اور نکاح کئے بغیر نہ چھوڑتے (گویا ان حضرات نے خانہ خدا کو
... بنا رکھا تھا) غیر جانبدار شخص ان حالات کے پیش نظر اسے شرعی غنڈہ گردی
... کچھ نہیں کہہ سکتا۔

> مگر حیف در حیف اسکے ہمراہیوں نے تو لذائذ نفسانیہ اور اپنی خود دماغی سے لٹیا ہی
> ڈبو دی اور الیاستیاناس کر دیا کہ اس کو ملک پنجاب کو چھوڑتے بن پڑا
>
> حیات طیبہ ص ۲۲۳

بہر صورت اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو کچھ ہوا اسکی بنیاد نظریاتی اختلاف
... اس کا پہلا بیج "تقویۃ الایمان" ہے، اور اسکی بنیاد مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی جو عین
... کے وقت جب انکے مجاہدین کی پٹھانوں سے لڑائی ہو رہی تھی ان الفاظ میں ہدایات
... رہے تھے۔

> مولانا محمد اسماعیل صاحب نے حکم دیا کہ توپ کو کھینچ کر مسجد کے شمال مغرب کی ٹیکری
> پر نصب کر دیا جائے۔ آپ نے بائیں ہاتھ کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس طرف
> کفار پر ضرب لگانی چاہئے۔ دوسری جانب دائیں ہاتھ کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ
> اس طرف منافقین پر
>
> (سیرت سید احمد شہید ص ۳۳۶)

ع پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

وہابی یا اہلحدیث

ایک ہی کنبہ کے لوگ

وہابی کہہ لیں، یا اہل حدیث یا پھر محمدی بات ایک ہی [illegible]
حضرات بھی فرنگی دور کی برکات سے برصغیر کیلئے تحفہ [illegible]
ہم بطور خاص انکی سیاسی خدمات کا تذکرہ کرینگے اور پھر قارئین خود ہی فیصلہ کرلینگے کہ یہ لوگ [illegible]
ہیں صحیح یہ ہے کہ دیوبندی اور وہابی ایک کنبہ اور اعتقاداً ایک ہی مکتبۂ فکر کے زائیدہ ہیں۔

دیوبندی حضرات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قریب ہونیکے مدعی ہیں۔ اور [illegible]
خالص اسماعیلی فرقہ ہونیکے مدعی ہیں دوسرے لفظوں میں "علاتی" "اخیافی" بھائی بھی کہا [illegible]
تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

اور زمانہ جدید کے اہل قلم جوان حضرات کے مقلد و مداح ہیں ان دونوں کے مرکب کو [illegible]
ولی اللہی" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور جس مسلک کو یہ حضرات مسلک ولی اللہ کہتے ہیں وہ بھی عجیب چیز ہے جسکا [illegible]
جائزہ پھر کبھی انشاءاللہ تعالیٰ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ سید احمد بریلوی صاحب کو [illegible]
میں پیش پیش ہیں۔ تو اہل حدیث حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب کی تعریف و توصیف [illegible]
میں اتنا آگے بڑھ جاتے ہیں کہ سید احمد صاحب بریلوی جو مولوی محمد اسماعیل صاحب کے [illegible]
ہیں انکی حیثیت بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً مرزا حیرت جب داستان [illegible]
سناتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا سید صاحب پر تبرا فرما رہے ہیں۔

اور شاید اسی وجہ سے "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" کے مصنف جناب ایوب صاحب [illegible]
وہابیوں کو تاریخی حیثیت سے انکی سرحدوں میں دھکیل دیا ہے اور تقریباً وہ تمام باتیں لکھ ڈالی [illegible]
جنکو چھپانے کی کوشش کیجا رہی تھی اور جواب آں غزل کے طور پر جناب برق التوحیدی [illegible]
نے روہابی اہل قلم) خاصی برق اندازی فرمائی ہے اور دیوبندی مکتبۂ فکر کا کچا چٹھا کھول [illegible]
کر چوک میں رکھدیا ہے۔

اس سلسلے میں کچھ روشنی جناب طفیل احمد صاحب منگلوری نے بھی اپنی کتاب [illegible]

[illegible] مستقبل" میں ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں۔

> سید صاحب بریلوی کا مذہبی مسلک ہمہ گیر تھا یوں کہنے کو تو آپکے مخالف آپکی جماعت
> کو وہابی کہتے تھے مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ جماعت دو مختلف اور متضاد گروہوں سے
> مرکب تھی جنھیں متحد رکھنے میں وہ مدت العمر ساعی رہے۔ ان میں سے ایک
> گروہ کے سردار مولوی عبدالحی اور مولوی کرامت علی جونپوری تھے جو اہلسنت کا طریقہ
> رکھتے تھے اور دوسرے گروہ کے سردار مولوی اسماعیل تھے جو چاروں اماموں کی
> تقلید سے آزاد تھے اور براہ راست حدیث کو اپنا ماخذ قرار دیتے تھے خود سید
> صاحب عمل کے اعتبار سے حنفی تھے مگر اسی کیساتھ مولوی اسماعیل کی جماعت
> کی سرپرستی کرتے تھے جو اپنے آپ کو محمدی کہتے تھے
>
> (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۱۲۸)

یعنی سید احمد صاحب بریلوی یہ بھی تھے اور وہ بھی تھے۔ بلفظ دیگر عملاً حنفی تھے اور اعتقاداً
[illegible]ابی تھے اور انکے اپنے سلسلے کا نام محمدی تھا۔ اسے آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں بوقت ضرورت
[illegible] تھے اور جب کوئی ضرورت نہ ہو تو محمدی تھے جناب شیخ محمد اکرام صاحب کتاب "موج کوثر"
[illegible] مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ انھوں نے اپنے سلسلہ کا نام طریق محمدیہ رکھا تھا ان کا دستور
[illegible] کہ پہلے طریقہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں باوآز بلند بیعت لیتے پھر طریقہ محمدیہ
[illegible] بیعت لیتے تھے۔ اس باب جناب محمد علی قصوری بھی اپنی کتاب مشاہدات کابل و یاغستان
[illegible] کچھ فرماتے ہیں۔ (چنانچہ باوجودیکہ وہ حنفی تھے لیکن بہت سے مسائل حنفی مسلک سے انحراف
[illegible] سنت کے مطابق یا کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور اس
[illegible] کو انھوں نے مسلک احمدیت کے نام سے موسوم فرمایا (مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۰۱)

اب نہ جانے شاہ اسماعیل صاحب کس سلسلہ میں بیعت تھے کیونکہ انکے نزدیک ہر سلسلہ
[illegible] بدعت و ضلالت ہے۔

چنانچہ اپنی مشہور کتاب تذکیرالاخوان بقیہ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔

> "تم اپنے دین میں نئی نئی رسم اور نئے نئے عقیدے اور طریقے نہ نکالو اور چھوٹے

نہ ڈالو کہ کوئی معتزلی ہوئے کوئی خارجی بنے اور کوئی رافضی اور کوئی ناصبی اور کوئی مرجی کہلادے ... پھر ان میں کوئی قادری کوئی سہروردی کوئی نقشبندی کوئی چشتی بنے الخ

(تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان ص۵۵ طبع دیوبند)

یہ بھی مجاہدین ہیں

وہابیوں کے پرجوش مورخین نے انھیں بھی مجاہدین کی صف میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ پوری صدی گذر جانیکے باوجود اب بھی حضرات افرادی لحاظ سے اتنی تعداد میں نہیں ہیں کہ کسی باقاعدہ فوج کی شکل اختیار کر سکیں

چنانچہ جناب ثناء اللہ امرتسری شمع توحید میں فرماتے ہیں

امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ) کے مساوی ہے۔ اسی سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جنکو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے

(شمع توحید مکتبہ ثنائیہ ص۔ مطبوعہ ۱۹۵۶ء ثناء اللہ امرتسری)

مگر اہل قلم فرماتے ہیں کہ مجاہدین تھے۔ سکھوں اور انگریزوں سے انھیں خاص دشمنی تھی انگریز انکے نام سے تھراتے تھے سکھوں پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا۔ تو ہمیں کیا انکار ہو سکتا ہے ہمیں قلم کی آبرو کا احترام ہے۔ ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ یہ خشک وعبوس لوگ اول درجہ کے غازی اور مجاہد تھے۔ تواریخ ہی کیطرح تندخو اور جنگ جو تھے۔ اور یہ کہ انگریزوں کے ازلی دشمن بھی تھے۔ انکی ڈمکار سے سات سمندر پار کھلبلی مچ جاتی تھی۔

مگر خدارا ہمیں یہ بتایا جائے کہ ان واقعات و روایات کو کہاں رکھا جائے اور کس خانے میں فٹ کیا جائے جو ان حضرات نے خود ہی مع تصدیقات کے رقم فرمائی ہیں۔ اور یہ روایات سراسر انگریز دشمنی کی نفی کرتی ہیں۔

مورخین کی ہٹ دھرمی

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ بہر صورت ثنا خوانی اور مدح سرائی کے قائل ہیں۔ چاہے حقائق وشواہد اور واقعات و روایات اسکی کتنی ہی کیوں نہ نفی کرتے ہوں۔ بہر حال میں انکی ضد اور ہٹ دھرمی باقی رہتی ہے ایک نے کہا تھا کہ بیس اور بیس ساٹھ ہوتے ہیں۔ دوسرے نے کہا غلط کہتا ہو

چالیس ہوتے ہیں لہٰذا شرط لگ گئی۔ بیوی نے میاں سے کہا۔ میاں تم شرط ہار جاؤ گے چالیس ہی ہوتے ہیں۔ اس نے ہنس کر کہا۔ میں بھی جانتا ہوں۔ مگر تو بڑی بھولی ہے مانوں گا تب ہاروں گا۔ نہ میں مانوں گا نہ ہاروں گا اس باب میں شیر بہادر ٹینی کا بھی مسلک ہے۔ جناب ٹینی افادات مہریہ میں لکھتے ہیں

میں مجاہدین کی شان و آبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں اگرچہ وہ بعض سابقہ بیانات اور توجیہات سے عین مطابق نہ ہو

افادات مہر ص۲۳۹

اب آپ ہی فرمائیں جہاں یہ صورت حال ہو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ یہ تو تاریخ کا منہ چڑانے والی بات ہے یعنی حقائق وشواہد چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہوں یہ حضرات مجاہدین کی [گاتے] رہینگے۔ جناب مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں

مولانا سندھی کی کتاب "ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک" وسیع مطالعہ اور عمیق فکر کا نتیجہ ہے۔ مگر انھوں نے حزب ولی اللہ کی تشکیل اور من مانی توجیہ کی خاطر سید صاحب کے ماننے والوں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اور انکی کمزوریوں کی تنقید و مذمت میں ان کا قلم اعتدال پر قائم نہیں رہ سکا ہے

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۱)

ہم کیا سمجھیں

ان حالات و وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم تو یہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حضرات نہ تو اس قسم کے مجاہد تھے جنکی دھوم مچی ہوئی ہے۔ نہ ہی اسطرح کے غازی تھے جنکا شہرہ دور دور تک ہے۔

حق یہ ہے کہ اگر گہری نظر سے احوال و واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات محقق ہوجاتی ہے کہ انگریزوں اور سید صاحب کے مابین کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی جنگ نہیں ہوئی۔

بلکہ ہر دو فریق نے اپنے سیاسی مصالح کی بنا پر "کچھ لو اور کچھ دو کے نظریہ کے تحت" ایک دوسرے کیساتھ بھر پور تعاون کیا تھا انگریزوں کے دور میں انھیں ہر طرح کی سہولت حاصل تھی ان حضرات نے انگریزوں ہی کے دور میں مجاہدین کی فوج بنائی۔ رضا کار تیار کئے۔

جہاد کے لئے پورے ملک کا دورہ کیا۔ غریبوں، فقیروں، امیروں وزیروں سے چندے [illegible]
راجوں، نوابوں اور بڑے بڑے جاگیرداروں کی حاضری دی اور بنام جہاد تعاون حاصل [illegible]
اکھٹے کئے گئے۔ حرب وضرب کی تربیت دی گئی۔ جنگ کی منصوبہ بندی ہوئی۔ اور [illegible]
کے غازی تیار کئے گئے اور نہ صرف یہ کہ انگریزوں نے انکی تیاریوں سے چشم پوشی کی۔ بلکہ [illegible]
تیاریوں میں ان سے تعاون کیلئے واضح احکامات بھی جاری کئے گئے۔ اس سلسلے میں [illegible]
سہولتوں کا اسطرح بندوبست تھا کہ انگریز پورے پورے قافلے کا کھانا پکوا کر حاضری [illegible]
آخر کیوں۔؟

ان حضرات کی یہ نازبرداری کیوں کیجاتی تھی۔ بلکہ متعلقہ حکام کو یہ تنبیہ کیجاتی تھی کہ [illegible]
خبردار خبردار کچھ نہ کہا جائے۔ یہ ہماری دردسری کا باعث نہیں بنیگے سرکار کو ان سے کوئی [illegible]
جناب حسین احمد صاحب مدنی لکھتے ہیں۔

> سید صاحب کا مقصد ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونوں کو ایسٹ انڈیا کے تسلط
> واقتدار سے نجات دلانا تھا انگریز خود اسے محسوس کرتے اور اس تحریک سے بہت
> خائف تھے اس بنا پر جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنیکا ہوا تو
> انگریزوں نے اطمینان کے سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب
> کی مدد کی
>
> (نقش حیات ص۴۱۹)

ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ یہاں فرماتے ہیں کہ ارادہ سکھوں سے جنگ کرنیکا [illegible]
آگے فرمائینگے سکھ نہیں، مراد انگریز تھے۔

مولانا مدنی کی منطق

مولانا مدنی اور انکی کتاب "نقش حیات" دونوں ہی عجیب
ہیں۔ گاندھوی فلسفہ کے بھرپور حامل ومتبع رہاں [illegible]
یہ بھی "مقصد تھا اور وہ بھی" اگر جناب مدنی کی صرف اس کتاب کا تجزیہ کیا جائے
تو اس کے لئے یقیناً ایک الگ کتاب کی ضرورت ہوگی مثلاً اسی کتاب کے
ص۴۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

> سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے
> حلیف اور مددگار تھے انگریزوں نے انکو ہندوستان میں اپنی حکومت کی حفاظت
> کیلئے افغانستان کے راستے میں سد سکندری اور آہنی دیوار بنایا تھا اسی لئے ان
> کا قلع قمع کرنا لازمی تھا
>
> (نقش حیات ص۴۲۳)

آپ یہاں کیا سمجھینگے یہی نا کہ اپنی اس آہنی دیوار میں رخنہ ڈالنے کیلئے اور اپنی سد سکندری کو
[illegible]نے کیلئے جناب سید احمد بریلوی اور انکے غازیوں کی مدد شروع کردی اور انھیں بندوقوں
[illegible] اور تیر وتفنگ سے آراستہ کرکے کہا کہ جاؤ پہاڑوں میں جاؤ اور جہاد کے نام
[illegible] آہنی دیوار کو مسمار کرکے ثواب دارین حاصل کرو۔

کیا انگریز اتنے ہی احمق اور بیوقوف تھے کہ اپنی ہی دیواریں تڑوانے کیلئے سید صاحب
[illegible] فراہم کردیتے۔ اور کیا انگریز ہندوستان میں اتنے ہی کمزور تھے کہ سید صاحب اور
[illegible] محمد اسماعیل صاحب سے خوفزدہ ہوکر انھیں مسلح کرنے لگے تھے۔ اور غضب یہ کہ
[illegible] تحریک جہاد کیلئے سفری سہولتیں مہیا کررہے تھے کہ مزید طاقتور ہوجائیں۔ ان توجیہات
[illegible] کوئی سادہ مرید تو مطمئن ہوسکتا ہے مگر ان وضاحتوں سے دوسرے لوگوں کو مطمئن نہیں
[illegible]سکتا۔ مولانا مدنی کی یہ بیڈھب منطق صرف انکے ارادت مند شاگردوں کے کام آسکتی
[illegible] دوسروں کی فراست اسکی بلندی کو نہیں چھو سکتی۔

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ سید صاحب اور انکے شرکاء امیروں
[illegible]اروں، راجوں، نوابوں کے پاس کھلے عام جایا کرتے تھے اور ان سے ہر قسم کا تعاون حاصل
[illegible] تھے۔ کیا برٹش گورنمنٹ اتنی ہی بے خبر تھی کہ اسے انکی سرگرمیوں کا علم نہیں ہوتا تھا؟
[illegible] انگریز گورنمنٹ کبھی بھی، کسی دور میں بھی اتنی غافل اور بے خبر نہیں رہی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ
[illegible]نے نہ تو سید صاحب سے بازپرس کی اور نہ ہی اپنے وفادار نوابوں اور جاگیرداروں سے کچھ
[illegible]۔ پھر کیا کہا جائے۔ بات بڑھ جائے گی یاران چمن جانے دو

مقصد جہاد کی وضاحت

مولانا مدنی مقصد جہاد پر بھی بحث فرماتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں

جہاد سے آپکا مقصد خود اپنی حکومت قائم کرنا ہرگز نہیں تھا بلکہ دینِ رب العلمین کی خدمت تھا

(نقشِ حیات ص ۴۲۱)

اور پھر اس خدمتِ دینِ رب العلمین کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

بیشک سید صاحب جگہ جگہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دینِ رب العلمین کی خدمت کا ذکر کرتے ہیں اور اسی کو اپنی مساعی کا محرک بتاتے۔ لیکن آپ خوب سمجھتے تھے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ صرف یہی نہیں ہے کہ ایک فرقہ وار گورنمنٹ قائم کیجائے۔ اور خود حاکم بنکر دوسرے برادران وطن کو اپنا محکوم بنایا جائے۔ بلکہ اس کا سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ۔ برادران وطن کو سیاسی اقتدار میں اپنا شریک کرکے اسلامی فضائل اخلاق سے انکے دلوں کو فتح کیا جائے۔ اقلیت واکثریت کے مسئلہ کی کوئی پیچیدگی آپ کے ذہن میں نہیں تھی۔ کیونکہ آپکے نزدیک یہ دونوں بے حقیقت چیزیں تھیں۔ جو اپنے عمل میں زیادہ پرجوش، فداکار، سرگرم اور مخلص و دیانتدار ہوگا امامت اور لیڈرشپ اُسی کے ہاتھ میں ہوگی خواہ اقلیت کے فرقہ سے یا اکثریت کے فرقہ سے

(نقشِ حیات ص ۴۲۲)

یہاں اسکی تشریح میں اسکے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ

لیکن غلاموں میں ایسے اصحاب علم وفضل ایسے ارباب فہم و دانش ایسے صاحبان زہد وتقوی ایسے حاملان کتاب وسنت بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے کے ذوق وشوق میں اپنے ہم مذہبوں اور ہم قوموں سے جہاد کرسکتے ہیں

(قائداعظم محمد علی جناح اور انکا عہد ص ۲۹۵)

مسلمانوں ہی کے لہو سے چٹانوں کو تربتر کرسکتے ہیں۔ انکے لئے انکے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں۔ مگر برادران وطن کی محبت میں مذہب وملت کے اصولوں کو بدلا جاسکتا ہے

جناب بنگلوری فرماتے ہیں

ذاتی اعتبار سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو مسلمانوں سے بظاہر کوئی تعصب نہیں تھا بلکہ ہندوستان کی دیگر اقوام کے مقابلہ میں مسلمان سکھ قوم سے قریب تر تھے۔ اگر سکھوں کو اور رنجیت سنگھ کو مسلمانوں سے تعصب ہوتا تو پیرزادہ عزیزالدین انکے وزیر اور معتمد خاص کیوں ہوتے اور انکے توپ خانہ کا افسر اعلی الہٰی بخش کیوں ہوتا اور وہ توپ خانہ الہٰی بخش کے نام سے کیوں موسوم ہوتا مگر انکی فوج اور انکے سردار یقینی طور پر بے قابو تھے۔

دہلی کی مغلیہ سلطنت جب کمزور ہوئی تو مرہٹوں نے شمالی ہند پر حملہ کرکے ملک کے بڑے حصہ پر قبضہ کیا۔ مرہٹوں اور راجپوتوں کی ریاستیں عرصہ دراز سے قائم تھیں اس لئے وہ ملک داری اور حکمرانی کے طریقوں سے بخوبی واقف تھے اور اپنی رعایا کے مذہبی جذبات کا پاس ولحاظ کرتے تھے چنانچہ مرہٹوں نے مسلمانوں کی عدالتوں کو جو قاضیوں کے تحت میں تھیں بجنسہ قائم رکھا اسی وجہ سے مسلمانوں نے انکی عملداری کو دارالاسلام قرار دیا جہاں جہاد لازم نہیں آتا

مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۱۳

تو پھر سید صاحب نے بلاوجہ جہاد کا گورکھ دھندا پھیلایا تھا۔ وزیر بھی مسلمان تھا، توپ خانہ کا افسر بھی مسلمان تھا۔ اور سکھ مسلمانوں سے قریب تر بھی تھے۔ اب ہم کیا بتائیں کہ ہندوستان کے صدر ذاکر حسین بھی مسلمان تھے، کانگریس کے صدر ابوالکلام بھی مسلمان تھے اور دوسری اقوام میں بڑے بڑے کرتا دھرتا بھی مسلمان تھے، مگر اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے بہی خواہ بھی تھے۔ جہاں ضمیر کا سودا ہونے کے سکوں سے ہو جائے وہاں مسلمانی کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور پھر مرہٹوں سے بھی جہاد ناروا تھا۔ انگریزوں سے جہاد نادرست، ہندو برادران وطن، سکھ غیر متعصب اور قریب تر، مرہٹے کی حکومت دارالاسلام۔ پھر جھگڑا کیا تھا۔ کیا پہاڑوں میں صرف مسلمانوں کا قتل عام کرنے گئے تھے

سیاسی بلیک میلنگ

انگریزوں سے جہاد کے سلسلے میں جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ ان حضرات کے دوسرے

انگریزوں سے جہاں کہیں بھی جنگ وجدال کی نوبت آئی وہ صرف سیاسی مفاد کا ٹکراؤ تھا
دوسرے لفظوں میں اگر اسے سیاسی بلیک میلنگ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا
جب تک انگریزوں اور وہابیوں کا مفاد مشترک رہا کبھی ایک دن بھی ٹکراؤ نہیں ہوا
مدد کرتا رہا اور مجاہدین سکھوں سے کم (کیونکہ وہ قریب تر تھے) اور بقول انکے مسلمان
افغانی منافقوں، پٹھان مشرکوں سے زیادہ جنگ کرتے رہے۔

اور اگر یہ صحیح ہے کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ تو ہمیں کہنے دیجئے کہ ہم بیٹوں کو دیکھ کر باپ
کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ یہاں سالہا سال پر پھیلی ہوئی تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو
سودے بازی کا ایک نہ ٹوٹنے والا تسلسل نظر آتا ہے۔ مثلاً یہ کہ مولانا حسین احمد صاحب
مدنی نے قائداعظم سے تیس ہزار روپے طلب کئے۔ مگر قائداعظم نے انکار کردیا۔
پھر بقول ... سے ابوالکلام صاحب کی معرفت ساٹھ ہزار میں سودا ہوگیا اور برادران وطن
جناب مفتی محمود صاحب نے جناب شورش کے قول کے مطابق صدر جنرل محمد ایوب خاں
سے دو لاکھ روپے میں اپنے ووٹ کا سودا کیا تھا۔ اسی طرح جناب ذوالفقار علی بھٹو سے
سودے بازی ہوئی اور سرحد کے وزیراعلیٰ بنے حاصل یہ کہ جہاں سے کچھ مل گیا وہ برادر
ہیں تو سیاسی بلیک میلنگ جاری۔ اور یہ جراثیم چھوٹوں سے لیکر بڑوں تک میں یکساں
طور سے موجود ہیں۔ یہاں بجا طور سے کہنا پڑتا ہے کہ

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ ۔۔۔ ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے

بہر صورت اس جہاد میں، پٹھانوں نے تلوار کا جواب تلوار سے دیا۔ اور سکھوں نے انگریزوں سے
صلح کرلی اور مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی فتح کے یقینی الہامات سمیت قتل کردیئے
گئے تو پہلا دور ختم ہوا۔ اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا

... باز گورے

اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزوں کی چال بہت گہری تھی۔ وہ بیک وقت
تین قوتوں کو کمزور کر رہے تھے "سکھوں، پٹھانوں اور سید صاحب کے مجاہدین کی

انگریز صرف یہ کہ پورا برصغیر ہڑپ کرنا چاہتے تھے بلکہ انکی حریص نگاہیں کابل وغزنی
... سمرقند وبخارا کو پار کررہی تھیں چنانچہ جب تک وہابی سکھوں اور پٹھانوں
... ہے۔ انگریز نہایت خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتا رہا اور دونوں فریقوں
... سے سرفراز کرتا رہا۔ اور جب اُسے یقین ہوگیا کہ پٹھان اور سکھ دونوں ہی کمزور
... تو انہوں نے سکھوں سے صلح کرلی اور مجاہدین کو جنگ بندی کا حکم دیدیا۔
(تفصیل آگے آرہی ہے)

مجاہدین کا پہلا، دوسرا اور تیسرا دور

حاصل یہ کہ ۱۸۳۱ء میں جنگ بالاکوٹ کے بعد تحریک مجاہدین کا دور اول ختم ہوگیا اور
اس دور میں مجاہدین کی انگریزوں سے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔
۱۸۴۳ء میں مولوی نصیرالدین کے انتقال کے بعد (بقول مولانا مہر اور ایوب قادری)
تحریک مجاہدین کا دوسرا دور بھی ختم ہوا اور اس میں بھی انگریزوں سے جہاد کا کوئی اتا پتا نہیں ملتا
بالآخر ۱۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء میں مولانا ولایت علی کو تحریک مجاہدین کی قیادت سپرد ہوئی اور یہاں سے
تحریک کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ حالات وواقعات جناب ایوب قادری سے سنئے۔

> مولانا ولایت علی نے تحریک مجاہدین کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی اسوقت کشمیر کے
> راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی تھی راجہ کو شکست ہوئی
> اور اس نے انگریزوں کے سایہ میں جاکر پناہ لی جو اسوقت تک پنجاب کے ایک
> حصے پر قابض اور ملکی معاملات میں پوری طرح دخیل ہوچکے تھے ــ مارچ ۱۸۴۹ء
> میں تمام پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا ۱۸۴۹ء سے تحریک جہاد کا ایک نیا موڑ
> شروع ہوتا ہے۔ چونکہ ابتک مقابلہ سکھوں سے تھا اس لئے سرکار کمپنی خاموش تھی۔
> جب پنجاب پورے طور انگریزوں کے قبضے میں آگیا تو مجاہدین کی سرگرمیاں
> انگریزی حکومت کو ایک نظر نہ بھائیں۔
> حکومت کے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہوکر مولانا ولایت علی اور اُنکے بھائی مولانا
> عنایت علی اپنے وطن پٹنہ پہنچے اور وہاں مجسٹریٹ کے سامنے دوسال کیلئے مچلکے دئے
> (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء)

کیا انصاف پسند حضرت جناب ایوب قادری کی مندرجہ بالا عبارت پر غور کریں گے۔ اس عبارت سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۴۹ تک انگریزوں

اور اس روایت کے بعد یہ بات بھی ناقابل یقین ہے کہ انگریز مجاہدین سے

اسی خوفزدگی کی وجہ سے انگریز مجاہدین کیلئے اسلحہ فراہم کرتے تھے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت مجاہدین خالص لوجہ اللہ جہاد فرماتے تشریف لے گئے تھے بھی محل نظر ہے۔ ورنہ بتایئے کہ وہ کیا مصلحت تھی کہ ولایت علی اور عنایت علی صاحبان جہاد ترک کر کے بلند و بالا پہاڑوں سے نیچے اُترنا پڑا حیات سید احمد شہید کے حوالہ صاحب فیضی اپنی کتاب آزادی کی ان کہی کہانی میں لکھتے ہیں۔

> جب گلاب سنگھ اور سرکار انگریزی کا آپس میں معاہدہ ہوگیا تو اسوقت سرکار انگریزی نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب لکھا کہ اب گلاب سنگھ سرکار انگریزی کی حمایت میں ہے اسوقت اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ اسکے ساتھ لڑائی بند کردو۔
>
> (آزادی کی ان کہی کہانی)

اور پھر اس حکم نامہ کے تحت جنگ بندگی فیضی صاحب لکھتے ہیں

> اس کے بعد لڑائی بند کردی، ہتھیار سرکار کے پاس جمع کروادئے اور قیمت وصول کرلی اور انگریزوں نے مجاہدین کا شاندار استقبال کیا اور انکی دعوتیں بھی کیں۔
>
> (آزادی کی ان کہی کہانی ص۱۴۹)

ان واقعات کی تفصیل، حیات سید احمد شہید" سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری

> اسوقت انگریزی سرکار نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب اس مضمون کا لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی سے معاہدہ کیا ہے۔ اور اس معاہدہ کے بموجب وہ گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں ہے اسوقت اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے اب تم کو چاہئے کہ اب اسکے ساتھ لڑائی بند کردو۔
>
> (حیات سید احمد شہید ص۳۳۹ جعفر تھانیسری)

لکھتے ہیں۔

> اس وقت مجاہدین اور روہیلہ فوج لڑنے کی تیار تھی مگر مولوی ولایت علی صاحب نے اسکو قرین مصلحت نہ سمجھ کر انگریزی سرکار کے افسروں کی اطاعت قبول کرلی
>
> (حیات سید احمد شہید ص۳۴۰)

ولایت علی کی لاہور میں آمد

> دونوں حضرات (یعنی میر اولاد علی اور مولوی ولایت علی) مع فوج و توپخانہ وغیرہ سامان جنگ کے لاہور پہنچے۔ ان ایام میں جان لارنس صاحب بہادر پنجاب کے چیف کمشنر تھے چیف کمشنر صاحب بہادر نے دو منزل آگے بڑھ کر مولوی صاحبوں کا استقبال کیا اور نہایت گرم جوشی سے ان کو لاہور لائے اور بہت تعریف اور مدح و شجاعت اور ہمدردی ان حضرات کی کرکے۔ ضامن شاہ رئیس بالاکوٹ پر اسکی بیوفائی کی وجہ سے بہت تقریریں کی اور بہت سی گفتگو کے بعد جان لارنس صاحب بہادر اور ان دونوں حضرات کے درمیان یہ بات قرار پائی کہ دونوں حضرات مع ان ہندوستانی مجاہدین کے اپنے وطن کو واپس جائیں اور تمام اسلحہ جات مع توپخانہ انگریزی سرکار کے ہاتھ فروخت کرکے روہیلوں کی بقایا تنخواہیں دے کر انکو برخواست کردیں۔
>
> (حیات سید احمد شہید ص۳۴۱)

اور یہی تھانیسری صاحب لکھتے ہیں "۔ آخر کار سنہ ۱۸۴۵ یعنی معرکۂ بالاکوٹ کے پندرہ برس بعد کل سلطنت پنجاب متعصب سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ہماری عادل سرکار کے قبضہ میں آگئی۔ کتاب مذکور ص۲۹۱"

مجاہدین کی دعوتیں اور پٹنہ کو روانگی

دعوتوں کے سلسلے میں ہم دو حوالے "سیرت سید احمد شہید مصنفہ جناب ابوالحسن علی ندوی ص۱۱۷ اور ص۲۱۹ سے اپنی کتاب "ہاتھی کے دانت" میں لکھ چکے ہیں۔ اور وضاحت کی ہے کہ یہ مجاہدین حضرات کسطرح انگریزوں کی دعوتیں اڑایا کرتے تھے۔ اور انگریز کسطرح انکے لئے کھانے پکوا پلوا

کر چشم براہ رہا کرتے تھے وہ جہاد سے پہلے کی ابتدائی دعوتیں تھیں اور اب حصول مراد کے [illegible]
عوتیں بھی دیکھئے۔

> سر جان لارنس صاحب بہادر نے ایک روز گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے مولوی
> صاحب کی مع کل مجاہدین کے دعوت کی اور دوسرے روز خود صاحب ممدوح نے
> اپنی طرف سے قافلہ کی دعوت کی تیسرے روز مولوی رجب علی صاحب نے جو
> چیف کمشنری پنجاب کے میر منشی تھے دعوت کی اسکے بعد اپنے خرچے سے
> انگریزی سرکار نے باہتمام واکرام مولوی صاحب کو مع بقیہ مجاہدین کے پٹنہ پہنچا دیا
>
> (حیات سید احمد شہید ص۳۴۱)

یہ تمام باتیں ہمارے اس موقف اور نظریات کی تائید کرتی ہیں کہ۔ ان مجاہدین نے انگریزوں
سے کبھی بھی کوئی باقاعدہ جنگ نہیں کی بلکہ انگریزوں کی سازش کا شکار ہوئے، یا پھر انگریزوں [illegible]
یہ سی سودے بازی کرتے رہے یعنی ادھر تم اُدھر ہم، مگر انگریز ان سے کہیں زیادہ چالاک [illegible]
ں نے انکی ہر سیاست پٹ کردی اور وہابی اسٹیٹ کے قیام کا خواب درہم برہم ہو گیا۔
ان حضرات نے انگریزوں کے عطا کردہ ہتھیاروں کے بل بوتے پر سکھوں سے جنگ کی
ھانوں کو پامال کیا۔ اور انگریزوں کی گلاب سنگھ کی صلح کے بعد ہتھیار مع توپ خانہ انگریزوں
د واپس کردئے (اور انعام بنام فرنگی ہتھیار حاصل کئے)
البتہ پٹھانوں کا قتل بنام جہاد بطور منافع ملا۔ اس باب میں جناب مسعود عالم صاحب ندوی رقمطراز [illegible]

> اس وقت کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ راجہ کو
> شکست ہوئی اور اس نے انگریزوں کے سائے میں جا کر پناہ لی جو اسوقت تک
> پنجاب پر قابض ہو چکے تھے حکومت نے مولانا ولایت علی کو اطلاع دی کہ اب
> گلاب سنگھ پر حملہ خود انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگا
> حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ مجاہدین کے ذریعہ سکھوں کی طاقت توڑ دی جائے اسلئے شروع
> شروع میں مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی لیکن پنجاب کا اکثر حصہ انگریزوں
> کے قبضے میں آگیا تو مجاہدین حکومت کی نگاہ میں کھٹکنے لگے۔ مجاہدین بھی

> [illegible] خواہ مخواہ حکومت سے برد آزما ہونا خلاف مصلحت سمجھتے تھے
>
> (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۵۹)

[illegible] اس روایت کے بعد بھی کوئی شک وشبہ رہجاتا ہے۔ یہی بات جو سید صاحب کے بہت
[illegible] نے کہی ہے اگر کوئی اور کہدیتا تو خوفناک دھماکوں سے زمین تھرا اُٹھتی۔ مگر یہ بات
[illegible] مسعود عالم صاحب ندوی نے فرمائی ہے اس لئے اسٹیج خاموش ہے۔ ظاہر ہے کہ گلاب
[illegible] جہاد مجاہدین" اور انگریزوں کے دباؤ کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ لہذا وہ انگریزوں کے
[illegible] گیا۔ اور یہی انگریزوں کا مقصد تھا جو تیسرے دور میں پورا ہوگیا۔
ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب مجاہدین کا اصل مقصد انگریزوں سے جہاد تھا۔ یعنی پہلے
[illegible] کو ختم کر کے۔ بلکہ اس سے بھی پہلے پٹھان مشرکوں کی صفائی تھی۔ پھر سکھوں کی، پھر انگریزوں
[illegible] جہاد تھا تو سکھوں کے خاتمہ کے بعد توپ خانہ انگریزوں کے حوالے کیوں کر دیا گیا اصل
[illegible] اب شروع ہونا تھا پھر خلاف مصلحت اور "خواہ مخواہ" کیوں ہو گئی۔ بینوا توجروا

کمیر پکائی جتن سے چرخہ دیا جلا
آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا

[illegible] حضرت کا الہام اور چھوٹے حضرت کی تاویل

یوں تو سید بادشاہ
الہاموں کے بادشاہ

[illegible] پوری تاریخ نت نئے الہاموں سے لبریز ہے اگر ان بڑے حضرت کے الہامات ہی جمع
[illegible] جائیں تو یقیناً ایک ضخیم کتاب جمع ہو سکتی ہے۔ مگر ہم یہاں بطور تبرک مولوی محمد جعفر
[illegible] کی کتاب "حیات سید احمد شہید" سے صرف دو اقتباس درج کرتے ہیں اور قارئین
[illegible] فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

> (۱) سید محمد یعقوب کی روایت | سید محمد یعقوب آپکے بھانجے سے روایت ہے کہ بوقت
> روانگی خراسان آپ اپنی ہمشیرہ یعنی والدہ سید محمد یعقوب سے رخصت ہونے لگے
> تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ اے میری بہن میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا۔ اور یہ بات
> یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا
> نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر، ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی اللہ رب العلمین مجھکو نہیں اٹھائے گا

اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اسکے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیونکہ میرے رب نے مجھے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کریگا

(حیات سید احمد شہید محمد جعفر تھانیسری صفحہ ۱۸۲)

"بملاحظہ مکتوبات احمدی جس میں سید صاحب کا اصل مکانی الضمیر بڑی صراحت کیساتھ بیسیوں مختلف واقعات پر ظاہر کیا گیا ہے اور اکثر مؤلفوں کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ "وعدۂ فتح پنجاب" کے الہام کا آپکو ایسا وثوق تھا کہ آپ اسکو سراسر صادق اور یقینی بات سمجھ کر بارہا فرمایا کرتے تھے اور اکثر مکتوبات میں لکھا کرتے تھے کہ اس الہام میں جو وسوسہ شیطانی اور شائبۂ نفسانی کو ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہو گا اور اس فتح سے پہلے مجھکو موت نہ آئے گی لیکن واقعہ بالاکوٹ "خواہ شہادت ہو خواہ غیبوبت" بظاہر اس یقینی الہام کے سراسر خلاف ہوا اب اس کا جواب یہی ہے کہ از روئے اصولِ شریعت محمدی کے الہام ایک ظنی چیز ہے اور اسکی تاویل وغیرہ میں سو طرح کی غلطیوں کا گمان ہوتا ہے۔ یہ تو ضرور ہوا کہ وقوعہ کے پندرہ برس بعد سلطنت پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور لامذہب قوم کے ہاتھ میں آگئی کہ جسکو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تاویل یہی ہو گی جو ظہور میں آئی۔

حیات سید احمد شہید صفحہ ۲۹۱

دیکھئے یہ کیا کہہ رہے ہیں یعنی انگریزوں کی فتح کو ہم مسلمان اپنی ہی فتح تصور کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑا [illegible] بھی ممکن ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ سید صاحب اور انکے مقلدین انگریزوں کی حکومت اور عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

[illegible]عبید اللہ سندھی اور شیخ اکرام کی گواہی

یہ دونوں حضرات سید صاحب کے مداحین میں [illegible] انکی گواہی یقیناً مضبوط گواہی ہے۔ جناب عبید[illegible]

[illegible] محمد سرور صاحب افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی میں لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں سرحد یاربیز کے مقام پر گیا ... میں اس امید میں کہ شاید سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی جماعت مجاہدین میں زندگی کی کوئی کرن دکھائی دے ادھر چلا گیا وہاں پہنچ کر جو کچھ میں نے دیکھا وہ حد درجہ افسوسناک اور قابل رحم تھا وہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو مجاہدین کے نام نامی سے یاد کیجاتی ہے کس بری حالت میں ہے اور اسکی گذران اور اسکی زندگی کس طرح صاحبزادہ عبد القیوم خاں کی وساطت سے انگریزی حکومت کی رہین منت ہے

(از امتیاز حق صفحہ ۱۷ راجہ غلام محمد)

تقریباً یہی بات جناب شیخ محمد اکرام صاحب نے بھی کہی ہے مگر انداز میں کچھ فرق ہے (زبان دبی دبی سی ہے اور لہجہ مدہم مدہم سا) پھر بھی اگر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے فرماتے ہیں۔

بلکہ کبھی تو یہ خیال آتا ہے کہ بعض سربرآوردہ مجاہدین (مثلاً مولانا محمد بشیر جنکے مولانا مہر بیحد مداح ہیں۔ اور جنھیں امیر حبیب اللہ خاں بارہ ہزار روپے سالانہ تنظیمی اخراجات کیلئے دیا کرتے تھے) دوسری قوتوں کا آلۂ کار تو نہیں بن گئے تھے امیر نعمت اللہ کے زمانے میں اسمست کے چشم دید حالات مولانا محمد علی قصوری نے لکھے ہیں ان کو پڑھ کر طبیعت کو دکھ ہوتا ہے۔

(موج کوثر صفحہ ۵۷)

مولانا محمد بشیر کی کہانی

یہ تو جناب شیخ اکرام کا اشارہ ہے ورنہ وہ باتیں جو جناب محمد علی قصوری نے تحریر فرمائی ہیں قاری کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں مولوی بشیر احمد کا اصل نام مولوی عبد الرحیم تھا قصوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بڑی قابلیت اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ یہ امیر صاحب (امیر حبیب اللہ) سے رقم لیکر چلے گئے اور ایک مہینہ کے بعد واپس آئے تو بیحد کامیاب تھے گویا انھوں نے امیر صاحب کا کام کر دیا تھا اور یاغستان کے علاوہ سے امیر صاحب کی اطاعت کے خطوط حاصل کر لائے تھے۔ دوسرے لفظوں اُن مجاہدین کو

جو امیر حبیب اللہ اور انگریز دونوں قبضے میں نہیں تھے انھوں امیر حبیب اللہ کا مطیع کر ...
دوسرے لفظوں میں امیر حبیب اللہ کی اطاعت انگریزوں کی اطاعت تھی ۔ امیر حبیب ...
ان اطاعتی خطوط سے اتنے خوش ہوئے کہ انھیں ملا البشیر کا خطاب عطا فرما دیا بلکہ ...
کیلئے اپنی طرف سے مختار نامزد کر دیا امیر حبیب اللہ کو انگریزوں نے تخت نشین کیا تھا ...
سے اٹھارہ لاکھ روپے صرف اس لئے ادا کرتے رہے تھے کہ امیر صاحب افغانی قبائل ...
پر یلغار کرنے سے روکتے رہینگے اور امیر حبیب اللہ غالباً یہ کام مولوی بشیر سے لیتے تھے

اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ امیر حبیب اللہ ...
دوہری پالیسی پر عمل کرتے تھے ایک طرف انگریزوں کو وفاداری کی یقین دہانی کرواتے ...
اور وظیفہ وصول کرتے تھے دوسری طرف مجاہدین سے وعدہ وعید کرتے رہتے تھے تاکہ ...
ضرورت کام آئیں ۔

کیا شیخ صاحب نہیں جانتے کہ بات جب دکھ کی ہو تو دکھ ہی ہوتا ہے ۔ مداحین ...
بڑے جتن سے مجاہدین کی شان وعظمت کا ایک گھروندا بناتے ہیں اور پھر اچانک ہی ...
کا ایک جھونکا ریت کے ان گھروندوں کو نابود کر دیتا ہے ۔

مشاہدات کابل و یاغستان

زیر قلم سطور کے بارے میں یہ خاکسار بھی وہی کچھ ... کریگا جو مولانا محمد علی قصوری نے لکھا ہے کہ ان ...
حالات و واقعات کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجائے جناب قصوری تحریر فرماتے ہیں

> زبردست اسلاف کے جانشین نہایت نالائق اور نااہل لوگ بن گئے ۔ جنھوں
> نے عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس روپیہ کو جو جہاد کیلئے بھیجا جاتا تھا اپنی
> عیش پرستیوں کیلئے برباد کرنا شروع کیا ۔ چونکہ اس جماعت کے سرحدی لیڈروں
> کی سرگرمیاں پچھلے پچاس سال میں نہایت شرمناک رہی اور وہ عام مشائخ اور
> پیروں کیطرح ہر قسم کے فریب اور جھوٹ سے اپنی دوکان کی رونق بڑھاتے
> رہے ہیں اور ہندوستان کے نہایت مخلص آدمیوں کو بھی اپنا آلہ کار بنانے
> سے نہیں چوکے (اور میں خود بھی انکے فریب کا شکار رہ چکا ہوں) اس لئے میں

> چاہتا ہوں کہ انکے پوشیدہ کندہ حالات بیان کروں اور مجھے ان کے درمیان رہ
> کر جن حالات کا علم ہوا انھیں جماعت اہل حدیث اور عام مسلم پبلک کے فائدے
> کیلئے بے نقاب کردوں تاکہ لوگ آئندہ انکی دھوکہ بازیوں سے بچیں ۔
>
> (مشاہدات کابل و یاغستان صـ ۹۳)

مجاہدین کا بیت المال

جسکے بلا شرکت غیرے مالک امیر المجاہدین جناب نعمت اللہ صاحب تھے اور اللہ کی یہ تمام نعمتیں انھیں کے لئے وقف ... وہی اسکے مالک ومختار تھے جسکو چاہتے نعمتوں سے نوازتے اور جس کو چاہتے محروم ... جناب قصوری لکھتے ہیں ۔

> کسی شخص کو بیت المال کے متعلق امیر صاحب سے سوال کرنیکا حق نہ تھا میں نے
> سنا کہ بعض گستاخوں نے بیت المال کے متعلق سوال کرنیکی جسارت کی مگر
> اسکا جواب یہ ملتا کہ رات کو چپکے سے امیر صاحب کے معتمد انھیں ختم کر دیتے
> تھے ۔ اور پھر اسکا ذکر کبھی کوئی نہ کرتا تھا ۔
>
> (مشاہدات کابل و یاغستان صـ ۱۰۹)

امیر نعمت اللہ اور پہاڑوں کی بیٹیاں

محل وقوع کے اعتبار سے وہ علاقہ نہایت حسین ، پر فضا ، جنت نظیر تھا ۔ پھولوں ... زاروں کی بہتات تھی ۔ چشموں کی فراوانی نے ہر طرف حسن وشادابی بکھیر رکھی تھیں ۔ مولانا ... نے ان علاقوں کے حسن کے وجمال کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے ۔ لکھتے ہیں جب میں ... پہنچا تو اس جماعت کی عنان اقتدار امیر نعمت اللہ کے ہاتھوں میں تھی ۔

> امیر نعمت اللہ مرحوم ...... مسلمان امراء ومشائخ کیطرح عورتوں کے بیحد
> شوقین تھے تین تو ان کی نکاحی بیویاں تھیں اور دس بارہ نہایت خوبصورت
> لڑکیاں بطور خادماؤں کے رکھتے تھے امیر حبیب اللہ خاں کیطرح
> امیر نعمت اللہ کا بھی زیادہ وقت انھیں نوجوان لڑکیاں سے لہو ولعب میں گذرتا تھا
>
> (مشاہدات کابل و یاغستان صـ ۱۰۸)

ایک خاص حلقہ ان لوگوں کا تھا جو امیر صاحب کے حوالی موالی تھے انھیں اپ[illegible]
خدمات کے صلے میں امیر صاحب ہمیشہ دادو دہش سے نوازتے رہتے تھے ان
سے بعض لوگ تو امیر صاحب کے جاں نثار خدام میں سے تھے جو امیر صاحب کے
آدنیٰ اشارے پر ہر قسم کے جرائم کرنے پر آمادہ و تیار رہتے تھے
مثلاً اگر امیر صاحب کی خادماؤں میں سے کوئی لڑکی حاملہ ہو جائے تو اسکے بچے
کو پیدا ہونے کے بعد گلا گھونٹ کے چپکے سے دریا برد کر دیتا امیر صاحب کی
عادت تھی — ان خادماؤں کو اکثر بدلتے رہتے تھے۔ جو خادمائیں اسطرح
الگ کیجاتی تھیں۔ انکی شادیاں انھیں لوگوں میں سے کسی ایک سے کر دی جاتی
تھی۔ اور اُسے نہایت عمدہ جہیز اور ماہوار خرچ ملتا تھا اور یہ امر اس درجہ افسوسناک
تھا کہ ان میں سے جو لڑکی غیر معمولی طور پر خوبصورت ہوتی وہ شادی کے بعد بھی
امیر صاحب کی توجہات کا مرکز بنی رہتی۔

——— (مشاہدات دکابل و یاغستان ص۱۱۰)

[illegible]یک اور اندوہناک انکشاف

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں
سبحان اللہ اوران سے چھوٹے ماشاء اللہ

[illegible]ر انکا مجموعہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اگر یہ لوگ واقعی ایسے[illegible]
[illegible]ے جیسا کہ مولانا قصوری نے تحریر فرمایا۔ بلکہ یہ لوگ یقیناً اسی فطرت کے تھے تو انھیں کیا
[illegible]ا جائیگا۔

کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ان کا سارا پروگرام ہی سومناتھ کے پنڈتوں کیطرح تھا [illegible]
[illegible]ہمن،، اور انکی خفیہ کاروائی تو بالکل ہی مندروں میں رہنے والے جاں نثاروں کیطرح تھی
[illegible]یں جب سے ان معاملات واقعات کی تحقیق کر رہا ہوں (جواب بھی جاری ہے) ایک خیال
[illegible]بار میرے ذہن کو جھنجھوڑتا رہا ہے۔ کہ یہ لوگ ہندوستان آکر اپنے بال بچوں میں رہ کر
[illegible]ہ کیوں پہاڑوں کیطرف نکل جاتے تھے۔ انکی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ ان حضرات
[illegible]پہاڑوں میں بھی ،، بال بچے ،، بنائے ہوئے تھے اور بے شمار چندوں پر عیش کرتے تھے

[illegible]ہاں شاداب وادیوں کو چھوڑ کر اور انکی حسین تتلیوں سے منہ موڑ کر ہندوستان میں
[illegible]ضرورت تھی۔ اب سنئے نعمت اللہ کے بعد امیر برکت اللہ کی داستان دل
[illegible]قصوری لکھتے ہیں۔

[illegible]نعمت اللہ کے بعد انکے برادر امیر رحمت اللہ جماعت میں صاحب اثر و رسوخ
[illegible] مگر چونکہ بیت المال امیر نعمت اللہ کے قبضے میں تھا اس لئے ہر شخص امیر
[illegible]صاحب کی نظرِ عنایت کا محتاج تھا ورنہ فاقہ کشی سے خاتمہ یقینی تھا۔ امیر نعمت اللہ
[illegible] اس قدر ہوشیاری سے اپنا جال بچھا رکھا تھا کہ کوئی شخص انکے سامنے دم نہ
[illegible]ر سکتا تھا

[illegible]حمت اللہ بھی اپنے بھائی کیطرح بہت بدچلن اور آوارہ مزاج نوجوان تھے۔
اگر امیر نعمت اللہ کو لڑکیوں کی رغبت نے معطل کر رکھا تھا تو انہیں نوجوان لڑکوں
[illegible]کی محبت نے دنیا و مافیہا سے بے خبر بنا رکھا تھا . . . .
امیر نعمت اللہ کی اولاد نرینہ میں سے سب سے بڑا لڑکا برکت اللہ تھا۔ جو
[illegible]غالباً اسوقت نو سال کا تھا لڑکا خاصا خوبصورت اور بگڑا ہوا صاحبزادہ تھا
ہروقت دو تین اوباش نوجوان اسکی مصاحبت میں رہتے اس لئے اس کا
آوارہ ہونا لابدی تھا

——— (مشاہدات کابل و یاغستان ص۱۱۰-۱۱۱)

[illegible]مناک ہتھکنڈے

ایک تھے مولوی ولی محمد صاحب جنکا نام مولوی محمد موسیٰ
رکھا گیا تھا حال یہ تھا کہ شاذ و نادر ہی کوئی اصلی نام سے رہتا
[illegible]مثلاً یہ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب کا نام بھی محمد سلیمان رکھا گیا تھا۔ حاصل یہ کہ مولوی
[illegible]محمد صاحب پنجاب کے نہایت مخلص کارکن تھے بے شمار چندہ بھیجا کرتے تھے یہ جب
[illegible]ہاں پہنچے تو۔ قصوری صاحب سے

امیر نعمت علی نے مولوی محمد موسیٰ کو (ولی محمد کو) اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے پہلے انکی شادی
ایک خوبصورت لڑکی سے کر دی اسکے چند ماہ بعد ایک دوسری خوبصورت لڑکی

... سے ان کی شادی کر دی اب ان کی دو بیویاں ہو گئیں۔ پھر [illegible]
یعنی محمد موسیٰ صاحب بالکل مفلوج ہو گئے جناب قصوری صاحب انکی زبانی [illegible]

> پہلے اُنہوں نے امیر نعمت اللہ کی بدعنوانیاں، ان کا عورتوں کیساتھ شغف [illegible]
> جہاد سے غفلت واعراض جماعتی فنڈ کو اپنے اغراض مشؤمہ کی تکمیل کیلئے [illegible]
> استعمال کرنا سب پیش کیئے۔ اور کہا کہ مجھے تو شرم آتی ہے کہ میں پنجاب [illegible]
> کے متعلق اتنا جھوٹا پروپگنڈا کرتا رہا اور لوگوں کو جماعت کے فرضی کارناموں
> کی داستانوں سے اپنی طرف مائل کرتا رہا یہاں آکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں [illegible]
> میں حالت خواب میں تھا اور اب آنکھیں کھلی ہیں تو ایک بھیانک منظر سامنے
> ہے۔
>
> (مشاہدات کابل ویاغستان ص ۱۱۳)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مجاہدین کی اکثر داستانیں فرضی اور جھوٹی ہیں۔

مولانا قصوری کا اظہار حقیقت:۔ بلا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے

یہ مسئلہ کہ انقلابی تحریکیں لیڈر پیدا کرتی ہیں یا لیڈر اپنی ہوشیاری، تدبر اور قربانی [illegible]
انقلابی تحریکوں کو چلاتے یا کامیاب بناتے ہیں مرغی اور انڈے کی پیدائش کے مسئلے کیطرح [illegible]
ہے۔ مگر ہم نے تو آزما کر دیکھا کہ اکثر تحریکیں لیڈروں کی ناعاقبت اندیشی یا بزدلی سے ناکام [illegible]
ہندوستان میں ہم نے مسلمانوں کی مذہبی تنظیم کی تحریک اُٹھائی مگر اس میں بھی غلطی [illegible]
مولانا ابو الکلام کو امام الہند بنا کر تمام تحریک ان کے بل بوتے پر کھڑی کی لیکن عین وقت [illegible]
آزاد کی بزدلی نے تمام کھیل بگاڑ دیا، اور سارے کا سارا محل جسکی تعمیر پر لاکھوں روپیہ صرف [illegible]
تھا اور سیکڑوں مسلمانوں نے اسے اپنے خون سے سینچا مولانا کی گریز پائی کیوجہ سے
آن کی آن میں دھڑام سے نیچے آگرا۔

اس طرح سلطان ابن سعود کی تحریک "الاخوان" جسکے متعلق اچھے اچھے مبصروں کا
خیال تھا کہ عرب کی کایا پلٹ دے گی وہاں لیڈروں کی نالائقی اور کوتاہ اندیشی کا شکار [illegible]
یہی حال ہماری تحریک کا ہوا۔ ہماری تحریک ایک نہایت زبردست انقلابی تحریک تھی [illegible]

[illegible] حبیب اللہ کی ذات تھی اور اپنے حسن ظن یا ناتجربہ کاری کی بنا پر نہ سوچا کہ امیر حبیب اللہ
[illegible] کو کیونکر ترک کر سکتا ہے۔

(ص ۱۹ مشاہدات کابل ویاغستان)

انگریزوں کے دوست

جناب ایوب قادری صاحب اپنی کتاب "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" میں علمائے اہل سنت پر خاصے برہم نظر آتے ہیں۔
[illegible] تو خوب گرجے برسے بھی ہیں۔ جناب قادری کی نظر میں وہابیوں کی پامالی اور شکست
[illegible] ذمہ داری علمائے اہل سنت پر عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے سنی علماء پر خاصی تنقید
[illegible] ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی لگے ہاتھوں وہابیوں کا بھی تیا پانچا کر ڈالا ہے۔ اور شاید جوش وجذبہ
[illegible] سی ڈھکی چھپی باتوں کا اظہار بھی ہو گیا ہے۔ لکھتے ہیں

> مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی
> پر ایک مستقل رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" ۱۲۹۲ھ میں لکھا انگریزی
> اور عربی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ سر چارلس ایچیسن اور سر جیمس
> لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیا گیا۔
>
> جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۷۲

یہی نہیں بلکہ اس کار خیر کیلئے ملک کے دور دراز علاقوں کا سفر بھی کیا اور ملک بھر کے
[illegible] اہل حدیث سے توافق وتائید بھی حاصل کی جناب مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں

> اس کتاب پر مولوی محمد حسین بٹالوی انعام سے بھی سرفراز ہوئے جماعت اہلحدیث
> کو فرقے کی شکل دینے میں ان کا خاص حصہ ہے اور یہ بزرگ ہیں جنھوں نے
> اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی خو بو پیدا کی۔ نہ صرف یہ ہوا بلکہ معاصر علماء
> سرکاری مخالفت کے طعنے بھی دئے۔
>
> (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۱۲)

یہی مولانا ندوی اس کتاب میں فرماتے ہیں۔

> معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اسکے معاوضہ میں سرکار انگریزی سے اُنھیں

جاگیر بھی ملی تھی اس رسالہ کا پہلا حصہ پیش نظر ہے۔

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صـ۲۹)

اگر بغور دیکھا جائے تو پوری کتاب تحریف وتدلیس کا عجیب وغریب نمونہ نظر آئے گا ... مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی سیرت ثنائی کے صـ۳۷۲ میں جو کچھ لکھا ہے ... ایوب قادری بیان فرماتے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت خدمت کی لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کیساتھ منسوب کیا گیا آپ نے حکومت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صـ۶۵)

...لامی کی فخریہ پیشکش

اگر ان حضرات سے یہاں یہ کہدیا جائے کہ بتوں سے ... امیدیں خدا سے ناامیدی۔ تو ناراض ہو جائینگے اور ... سارا جاہ وجلال غریب علمائے اہلسنت کیطرف اُلٹ پڑے گا۔ حیرت ہے کہ یہاں ... ساختہ توحید میں ذرا بھی فرق واقع نہیں ہوتا۔

اور یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس سلسلے میں بٹالوی صاحب نے متعدد درخواستیں بھی ... گورنروں کی خوشامدیں اور چاپلوسیاں بھی کی تھیں اور کاسہ لیسی کی انتہا کر دی تھی ... ایوب قادری لکھتے ہیں!

اس گروہ اہلحدیث کے خیرخواہ ووفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی اور روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں
اور اس امر کو اپنے قوی وکیل "اشاعۃ السنہ" کے ذریعہ سے جسکے نمبر۱ جلد۶ میں اس امر کا بیان ہوا ہے اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ "گورنمنٹ آف انڈیا" میں پہنچ چکا ہے گورنمنٹ پر ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی

فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے ظاہر ہونیکی امید ہو سکتی ہے

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صـ۶۶)

ان واقعات کی تفصیلات اشاعۃ السنہ لاہور جلد ۱ شمارہ ۱۰ اور ۳۹ ماثر صدیقی صـ۱۶۲ میں ملاحظہ کیجا سکتی ہیں اسی طرح ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر جو اڈریس مولوی محمد حسین بٹالوی نے گروہ مسلمانان اہلحدیث کیطرف سے پیش کیا تھا اُسے بھی ایوب قادری کی زبانی ہی سنتے چلیں

یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاصکر اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کم ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی آزادی حاصل ہے اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام اور استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کیساتھ نعرہ زن ہیں

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء)

سرکار پرستی اپنے عروج پر

کیا یہ تصویر اُنھیں لوگوں کی نہیں! جنکی بے پناہ انگریز دشمنی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے جنکی شجاعت وبہادری کے نقارے بجائے جا رہے ہیں اور جن کی دینی غیرت کے ترانے گائے جا رہے ہیں

ہمارا خیال ہے کہ حکم جہاد کی منسوخی پر صرف دو ہی گروہ نے فتاوے شایع کئے ہیں ایک قادیانیوں نے دوسرے انکے ہم قافیہ وہابیوں نے

قادیانیوں نے بھی برٹش گورنمنٹ کو غنیمت اور ذریعہ نجات سمجھا اور وہابیوں نے بھی انگریزی سرکار کو سایۂ وہاب سمجھا قادیانی بھی انگریزی حکومت کو مسلمانوں کی حکومت پر ترجیح دیتے تھے اور وہابی بھی انگریزوں ہی کو ماوی ملجا سمجھتے تھے قادیانیوں کی مربی بھی یہی سمندر پار کی مخلوق تھی اور وہابیوں کے سرپرست بھی یہی گورے لوگ تھے

قادیانیوں کو بھی کسی دوسری اسلامی سلطنت میں جائے پناہ نہیں تھی اور وہابیوں کو بھی کوئی حکومت خوش آمدید کہنے کیلئے تیار نہیں تھی

جناب ایوب قادری نے وہابیوں کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر اصل بات لکھنے

ے شاید وہ بھی کترا گئے ہیں۔ اسوقت ہمارے پیش نظر بھی "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" ...
ں ہے جو ۱۸۷۶ء میں لکھا گیا یوں تو اس کی ایک ایک سطر قابل دید بلکہ لائق ...
ہم صرف ضرورۃً ایک دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں

> مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان کے عوام کالانعام تھے بعض جو خواص علماء کہلاتے تھے وہ اصل علوم دین و قرآن سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ باخبر اور سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتوی پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کیلئے مفسدوں نے پھرتے تھے اُنہوں نے خوشی سے دستخط کئے اسکی تفصیل ہم اشاعۃ السنہ ۹ ج ۱۱ میں کر چکے ہیں
> یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے جنکے امن و عہد میں رہتے تھے نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے
>
> (الاقتصاد فی مسائل الجہاد حصہ اوّل ص ۵۰)

اسے دروغ گوئی کی انتہا کہا جائے یا چاپلوسی کی حد آج تک مجاہدین آزادی ۱۸۵۷ء کے
ق اتنی دل آزار باتیں شاید انگریزوں نے بھی نہ کہی ہوں جتنی ان خوشامدی لوگوں نے کی ہیں
آزادی کے متوالوں، وطن کے پاسبانوں کو مفسد، گناہگار، باغی، بدکردار کہنا صرف انھیں
ں کو زیب دے سکتا ہے جنکے دلوں سے ایمان و غیرت کی آخری کرن بھی خارج ہو چکی ہو
خواص علمائے کرام کو علوم دین سے بے بہرہ اور ناسمجھ کہنا کمینگی کی انتہا ہے۔ بہر صورت

> مولوی اسماعیل نے یہ اعلان دیدیا تھا کہ سرکار انگریزی پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہی اس سے مخاصمت ہے صرف ہم سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیتے ہیں یہی وجہ تھی کہ حکام انگلیشیہ کو بالکل خبر نہ ہوئی اور نہ اُنکی تیاری پر مانع ہوئے
>
> (حیات طیبہ ص ۲۰۱)

... مرزا حیرت چند صفحات کے بعد لکھتے ہیں

> گورنمنٹ خوب جانتی ہے کہ اسکی سلطنت کی برکتوں کو فرقہ اہلحدیث نے کس قدر تسلیم کیا ہے اور اسکے کیسے فرماں بردار اور مطیع اس گروہ کے لوگ ہیں
>
> (حیات طیبہ ص ۲۴۷)

... رئیس احمد جعفری تحریر فرماتے ہیں

> مولوی نذیر حسین جو وہابیوں کے مقتدا اور پیشوا تھے اُنکے گھر میں تو ایک میم چھپی بیٹھی تھی
>
> (بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد ص ۸۴۱)

جناب ایوب قادری لکھتے ہیں۔

> مولوی میاں نذیر حسین ابن جواد علی . . . . . نے تو ایک طرف جہاد کے فتوے پر دستخط کیے اور دوسری طرف ایک انگریز مسز لیسن کو بھی پناہ دی
>
> (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۲۱۰)

اور پھر لکھتے ہیں مولوی نذیر حسین کو اس صلے میں ایک ہزار تین سو روپے نقد انعام ملا۔ اس
صلے میں ایک سرٹیفکیٹ میاں نذیر حسین کی سوانح عمری سے نقل کیا جاتا ہے

> دہلی مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۶۷ء ڈبلیو جی واٹر فیلڈ قائم مقام کمشنر دہلی
> مولوی نذیر حسین اور انکے بیٹے شریف حسین اور اُنکے دوسرے گھر والے غدر کے زمانہ میں مسز لیسن کے جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالت مجروحی میں اُنہوں نے ان کا علاج کیا ساڑھے تین مہینہ اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں ان کو پہنچادیا
>
> (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۲۱۴ بحوالہ الحیات بعد المماۃ)

جناب ایوب قادری اس کتاب کے ص ۲۱۴ پر لکھتے ہیں

> ان لوگوں کو اس خدمت کے صلے میں مبلغ دو سو اور چار سو روپے ملے تھے مبلغ سات سو روپے بابت تاوان منہدم کئے جانے مکانات کے ان لوگوں

کو عطا کئے گئے تھے۔ مسز لیسن کی جان بچانے میں شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد بھی شامل تھے اور بقول افتخار عالم مارہروی اس انگریز خاتون کو وہی اُٹھا کر لائے تھے

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۱۱۲)

نتائج

ان احوال و واقعات کے پیشِ نظر کوئی بھی ذی فہم قاری حسب ذیل نتائج اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

- سید صاحب اور انکے مجاہدین کے تذکرہ لکھنے والے حضرات نے حقائق سے زیادہ عقیدت وارادت سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واقعاتی شواہد انکا ساتھ نہیں دیتے
- سید صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کے تذکرہ نگار اس بات پر مصر ہیں کہ صورت حال کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ بہرحال انکی عظمت و شان بلند کرنیکی کوشش کرتے رہینگے۔
- سید صاحب کے مؤرخ اس باب میں خود مضطرب ہیں کہ واقعتہً جہاد کن لوگوں سے ہوا انگریزوں سے یا سکھوں سے۔ تاریخی حقائق انگریزوں سے جنگ کی نفی کرتے ہیں اس باب میں کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ تاریخ میں انھیں کے مؤرخین نے تحریف کی ہے۔ یعنی انگریزوں کے بجائے سکھ لکھدیا گیا ہے مگر واقعات سکھوں ہی سے جنگ ثابت کرتے ہیں۔
- مقصد جہاد میں حکومت الٰہیہ کا قیام ایک غلط پروپگنڈہ ہے کیونکہ جناب مولانا مدنی اسے فرقہ وارانہ گورنمنٹ قرار دیتے ہوئے اس عظیم مقصد کی تردید کر رہے ہیں اور پھر یہ کہ خود مقصد جہاد میں اضطراب پایا جاتا ہے۔
- گذشتہ شہادتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس جہاد میں انگریزوں نے سید صاحب کیساتھ بھرپور تعاون کیا تھا اور سید صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور انکے مجاہدین اپنے نہ ماننے والوں کو فنا کر دینے کا عزم رکھتے تھے۔ اور اُنہوں نے امامت وبیعت کی آڑ میں خونریزی کا جواز پیدا کیا تھا۔

- سید صاحب کے مؤرخ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سید صاحب اور انکے مجاہدین فرنگی چالی اور انکی سازش کا شکار ہو گئے تھے۔
- اور یہ کہ وہابی (اہلحدیث) انگریزوں کے انتہائی مطیع وفرماں بردار تھے اور سرکاری انعام یافتہ لوگوں میں تھے۔
- اور یہ کہ وہابی انگریزی حکومت کو مسلمانوں کی حکومت سے بہرصورت اچھا جانتے تھے اور یہ کہ وہابیوں نے جہاد جیسے اہم فریضہ کو انگریزوں کیلئے منسوخ قرار دیا تھا۔

جنگ حریت ۱۸۵۷ء

حیرت انگیز باتیں

جنگ آزادی کا دور انتہائی بھیانک اور خوفناک دور تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر کا چپہ چپہ لہو میں ڈوب گیا تھا، ہرطرف آگ ہی آگ تھی۔ ہندوستان کی مہکتی ہوئی شاداب سرزمین بارود کی ناگوار بو سے معمور ہوگئی تھی دردناک چیخوں لرزہ خیز کراہوں، دلگداز آہوں کیساتھ ہی حریت پسندوں، آزادی کے متوالوں کے پرجوش نعروں سے ارض وسما کی پنہائیاں تھرا رہی تھیں۔ مجاہدین کی فائرنگ اور فرنگی توپوں کی گھن گرج سے دھرتی کا وسیع سینہ کانپ رہا تھا۔ ہرگلی، ہرکوچہ، ہر محلہ لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ بنے بڑے کوئیں عصمت مآب لڑکیوں اور عورتوں کی لاشوں سے لبریز ہو گئے تھے۔ مردوں نے خود بھی اپنی بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کی گردنیں کاٹ کر گولیوں سے چھلنی ہو گئے تھے۔ بڑا ہی دردناک دور تھا۔ جب دہلی ہی نہیں ہر قابل ذکر شہر کی ہر گلی میں پھانسیوں کے پھندے نظر آ رہے تھے۔ ہر محلہ میں درجنوں لاشیں اپنی بیکسی کا ماتم کر رہی تھیں۔

اس دور میں رونما ہونیوالے احوال وواقعات اور انکے اسباب وبواعث پر ہنوز تحقیقات جاری ہیں۔ محققین الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا رہے ہیں۔ اور بہت سی ایسی باتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ جسکا وہم وگمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے جیسے ماضی کے دبیز پردے ہٹتے جاتے ہیں۔ بے شمار ان کہی کہانیاں جنم لیتی جا رہی ہیں۔

اور وہ مؤرخین حضرات (جنکی اکثریت اب بھی اُس مکتبۂ فکر سے وابستہ ہے جنھوں
ر کے تاریخ کیساتھ ناانصافی کی ہے) اس بات میں سخت مضطرب نظر آتے ہیں۔

اس مکتبۂ فکر کے مؤرخین حضرات فرماتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء علماء دیوبند اور اس سے متعلقین
ت نے انگریزوں سے سخت جنگ پیکار کی انہوں نے مفسدوں سے (جدید مؤرخین کی رائے
انگریزوں سے) نہایت خوفناک مقابلے کئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور
ظلم و ستم کے نشانے بنے۔ (مگر یہ حضرات انگریزوں کے باب میں دستاویزی ثبوت
دنے سے قاصر ہیں) اس کے ساتھ ہی سوانح نگار حضرات نے ایسی حیرت انگیز قلمکاریاں
کی ہیں۔ اور ایسی عجیب و غریب حکایات و روایات پیش کی ہیں کہ پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔
مثلاً جناب ایوب قادری صاحب اپنی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا یعقوب
ب نانوتوی کی کتاب "سوانح عمری مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مطبوعہ دیوبند" کے
سے تحریر فرماتے ہیں۔

> چند بار مفسدوں سے نوبت مقابلوں کی آگئی اللہ رے مولوی صاحب (محمد قاسم
> نانوتوی) ایسے ثابت قدم تلوار ہاتھ میں اور بندوقچیوں کا مقابلہ۔ ایک بار گولی
> چل رہی تھی کہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جس نے دیکھا جانا گولی لگ گئی۔ ایک
> بھائی دوڑ پڑے پوچھا کیا ہوا۔ فرمایا سر میں گولی لگی۔ عمامہ اُتار کر دیکھا تو کہیں
> گولی کا نشان تک نہیں ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے کپڑے تر تھے۔ انہیں
> دنوں ایک نے بندوق ماری جسکے سنبھے سے ایک مونچھ اور کچھ داڑھی جل گئی
> اور کچھ قدرے آنکھ کو نقصان پہنچا خدا جانے گولی کہاں گئی۔
>
> جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ ۸۲ تا صفحہ ۹۳ ایوب قادری

اب ان حضرات کو کون بتائے کہ شیشے کے محل میں بیٹھ کر پتھر بازی کا شغل مناسب
ہوتا۔ یہ روایت بداہتہ روایت کے خلاف ہے تلوار بمقابلہ بندوق تو خیر شاندار بات
۔ مگر تعجب یہ ہے کہ سر میں لگنے والی گولی کہاں گئی۔ حالانکہ وہ مجاہد کبیر فرما رہے ہیں کہ
میں لگی ہے۔ اور انتہائی حیرت ناک بات یہ ہے کہ سر میں گولی کا نشان تک نہیں ہے

اس سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ تھی کہ کپڑے خون سے تر بتر تھے۔
غالباً اس کو کرامت کہتے ہیں! یہاں اس موقع پر یہ کہا جائے کہ یہ ساری روایت ہی مولانا
... علی صاحب کی کرامت ہے تو شاید کچھ نہ غلط نہ ہو۔

بہر صورت جب مؤرخین فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے جہاد فرمایا تو ہمیں کیا انکار ہو سکتا
ضرور جہاد فرمایا ہوگا۔ مگر حریت پسندوں، آزادی کے متوالوں سے اور یہی صحیح ہے۔
ہم تو اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بہت سے ہندوں نے بھی
لیا تھا اور ثابت قدم رہے تھے۔

مگر ان علمائے کرام کے سیرت نگار حضرات جو افسانے اور کہانیاں سناتے ہیں وہ یقیناً
عجیب اور محل نظر ہیں۔ اس باب میں تقریباً تمام داستان گو حضرات نے "تذکرہ الرشید
مولانا عاشق الٰہی" کو ماخذ بنایا ہے۔ اور یہ تذکرہ ایسے افسانوں اور کہانیوں کا مجموعہ ہے جسمیں
انکار نہیں کیا جا سکتا (اور اس بے اعتمادی میں دورِ جدید کے مؤرخین بھی ہمارے ساتھ ہیں۔)
پھر یہ کہ سیرت نگار حضرات نے اُن واقعات کو یکسر اور عمداً نظر انداز کر دیا ہے جو انکے تعاصد کی نفی کرتے
ہیں۔ البتہ مولانا مہر نے ایسا ہی ایک واقعہ لکھ کر بڑی جچتی ہوئی تاویل فرمائی ہے۔ ممکن ہے
مولانا مہر کی اس تاویل کو عقیدت مند لوگ ارادت کی جھونک میں قبول کر لیں مگر افسوس کہ ہر
عاقل اس سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔

مولانا عاشق الٰہی کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمہ،
مولانا رشید احمد صاحب مولانا محمد قاسم صاحب اور حافظ ضامن صاحب کا مقابلہ بندوقچیوں سے ہو گیا۔

> یہ نبرد آزما جتھا سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانیوالا نہ تھا
> اپنے اٹل پہاڑ کیطرح پر اجما کر ڈٹ گیا اور سرکار کجاں نثاری کیلئے تیار ہو گیا۔ اللہ
> رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتا پانی اور بہادر سے بہادر کا
> زہرہ آب ہو جائے۔ وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں
> کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں
> حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید ہو گئے)
>
> (۱۸۵۷ء کے مجاہد صفحہ ۲۵۳ تذکرہ الرشید حصہ اول صفحہ ...)

مولانا مہر کی تاویل

چونکہ مولانا عاشق الٰہی کی اس عبارت پر یہ اعتراض [illegible]
پوری جماعت برٹش گورنمنٹ کی بہی خواہ تھی اور یہ [illegible]
بجائے سرکاری لوگ تھے۔ اور یہ کہ انگریزوں کیطرف سے حریت پسندوں سے [illegible]
تھے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ مولانا مہر حسب توقع اسکا دفاع کرتے۔ چنانچہ مولانا مہر تاویل [illegible]

> مبادا سرکار کے باغیوں کے الفاظ سے غلط فہمی پیدا ہو یہاں "سرکار" سے مراد
> خود حضرت حاجی صاحب ہیں اور مقابلہ اُن لوگوں سے تھا جو انگریزوں کے [illegible]
> ہو کر آئے تھے لیکن سرکار کا لفظ ایسے طریقے پر استعمال کیا گیا کہ بظاہر اس سے
> حکومت مراد لی جا سکتی ہے۔
>
> "تذکرۃ الرشید" ایسے زمانہ اور ایسے حالات میں مرتب ہوئی تھی جب انگریزوں کا
> اقتدار اوج کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ اور نازک واقعات کی ترتیب میں مرموز طریقہ
> اسلوب سے کام لئے بغیر چارہ نہ تھا۔
>
> یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ میری رائے اور میرا تاثر ہے اور میں اسے قطعی طور پر
> صحیح سمجھتا ہوں نہیں کہہ سکتا کہ مصنف مرحوم کے پیش نظر کیا بات تھی۔
>
> ـــ اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد ص ۲۵۴ مولانا غلام رسول مہر

اس مقام پر مولانا مہر نے وکالت کا حق ادا کر دیا ہے اور لفظ "سرکار" کی بہترین تاویل [illegible]
ہے اسکے علاوہ اس عبارت کی بظاہر اور کوئی تاویل ممکن بھی نہیں تھی۔ مگر اس تاویل سے [illegible]
مولانا قطعی طور پر صحیح سمجھتے ہیں اُن ٹھوس اعتراضات کی دیواریں نہیں گرائی جا سکیں جو اس [illegible]
ہیں سدِ سکندری بنا کر کھڑی ہیں مثلاً یہ کہ

- انگریزوں کے دور کو مولوی محمد اسماعیل صاحب اور انکے ساتھیوں نے عہد امن کہا [illegible] اور ان سے جہاد کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ انگریزی حکومت کو اپنی حکومت [illegible] کہ انگریزوں کی فتح کو اپنی فتح قرار دیا ہے۔
- اور یہ کہ ماضی میں سید احمد صاحب بریلوی اور انکے ساتھی جہاد سے پہلے اُن سے اجازت لیکر کوئی قدم اٹھایا کرتے تھے۔

- اور یہ کہ تاویلات میں ماہر ہونیکے باوجود علمائے دیوبند نے اس عبارت کی تاویل کرنیکی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔
- اور بڑی بات یہ ہے کہ مولانا مہر نے عمداً "تذکرۃ الرشید" کی اُن عبارتوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو مولانا کی تاویل اور انکے موقف کی نفی کرتی ہیں۔

اب آپ تسلسل کیساتھ "تذکرۃ الرشید" اور "سوانح قاسمی" کی اُن عبارات کو دیکھتے جائیں
[illegible] مولانا مہر کی تاویل سے مطابقت نہیں کرتیں۔ اور اس سے مولانا مہر اور ایوب قادری
[illegible] کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

[illegible] سرکار کے معنی

> شروع سنہ ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی (مولانا رشید احمد
> گنگوہی قدس سرہ) پر اپنی سرکار سے باغی ہونیکا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک
> ہونیکی تہمت باندھی گی۔
>
> ـــ تذکرۃ الرشید ج اول ص ۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ اس لفظ سرکار سے کون لوگ مراد لئے جا سکتے
اور کن مفسدین سے ملنے کی تہمت باندھی گئی تھی۔ اور کس سرکار سے باغی ہونیکا الزام
لگایا گیا تھا۔

کیا یہاں بھی سرکار سے مراد حاجی امداد اللہ صاحب ہیں۔ اور کیا یہاں مفسدوں سے مراد
[illegible] یا اُنکے ساتھی بن سکتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہاں سرکار سے مراد برٹش گورنمنٹ ہی ہے
[illegible] مفسدوں سے مراد لازماً حریت پسند ہی ہیں۔ مولانا مہر کی تاویل اور انکی فراست کی قطعیت
[illegible] تمام خوبیوں کے باوجود نقد و نظر کی کسوٹی پر صحیح ثابت نہیں ہوتی کیونکہ تذکرۃ الرشید
[illegible] عبارات اس تاویل کا ساتھ نہیں دے رہی ہیں۔ مولوی عاشق الٰہی لکھتے ہیں

> جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت
> کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت
> کا علم قائم کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں۔ حاکم کی نافرمان بنیں قتل و قتال کا بند بازار

آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو بادشاہ بدعتی تھا۔ حکومت ملوکیت تھی۔ اسکی زیر انتظام جہاد
میں نماز بھی درست نہیں تھی اور انکے تمام اکابرین اس سے بھی تیس سال پہلے دامن جہاد
چکے تھے۔ پھر وہاں خلافت راشدہ کا نمونہ بھی قائم کر لیا تھا۔ اور یہ کہ انگریزوں اور مغلوں
ہی کے خلاف علم جہاد بلند کرنیوالے تھے۔ کسطرح سلطنت دہلی کے زیر انتظام جہاد
لہٰذا یہ کہنا کہ حریت پسندوں کے طرف دار ہو کر انگریزوں سے جنگ کی سراسر غلط ہے
اور غیر منطقی بات ہے۔ کیونکہ دہلی کی مرکزیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اور بغیر مرکزیت کے
جہاد درست نہیں۔ اور دہلی کے علاوہ کوئی مرکزیت تھی نہیں پھر "بڑھ چڑھ کر" کسطرح حصہ لیا

مالیخولیا کے مریض

اب سوانح قاسمی کا وہ حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں جس کے بعد
کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔

> اتنی بات بہر حال یقینی ہے اور ناقابل انکار چشم دید گواہوں کا کھلا ہوا اقتضا
> ہے کہ مالی خولیا سے زیادہ اس قسم کی افواہوں کی کوئی قیمت نہیں ہے کہ غدر
> کے ہنگامہ کے برپا کرانے میں دوسروں کیساتھ سیدنا امام الکبیر مولانا محمد قاسم
> نانوتوی اور آپکے علمی اور دینی رفقا کے بھی ہاتھ تھے بلکہ واقعہ وہی ہے جو مصنف
> نے لکھا ہے کہ مولانا فسادوں سے کوسوں دور تھے۔
>
> (سوانح قاسمی جلد دوم ص ۱۰۹ طبع دیوبند)

اس عبارت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو یہ کہے کہ ان علمائے کرام نے انگریزوں سے جنگ
[illegible] اور تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں انھوں نے کوئی کردار ادا کیا تو وہ مالیخولیا کا مریض ہے
[illegible] مولانا اور انکے رفقاء تو اس جنگ سے کوسوں دور تھے۔

[illegible] زلزلہ

کچھ عرصہ ہوا ہم نے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی کتاب زلزلہ پڑھی تھی۔ بلکہ
اُسکے بعد واقع ہونیوالے "دھماکہ" کا تجربہ بھی کیا تھا۔ کوئی بھی قاری "زلزلہ" پڑھنے کے
[illegible] متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسکی شائستگی اور جاذبیت سے اپنے تو اپنے دشمن بھی انکار
نہیں کر سکتے۔ مگر "زلزلہ" کے آتے ہی ان حضرات پر کچھ اسطرح زلزلہ طاری ہوا کہ الامان و
الحفیظ نتیجۃً اس طبقہ کا ہر فرد "دھماکوں" کی نظر ہو کر رہ گیا ہے۔ اور پاک و ہند میں ایک

[illegible] کیساتھ "زلزلہ" کی رد میں کتابیں لکھی جا رہی ہیں مگر بات بنتی نظر نہیں آتی جسکی وجہ سے
[illegible] ہٹیں عروج پر ہیں۔

ابھی حال ہی میں مولانا منظور احمد صاحب نعمانی کی زیر نگرانی جناب مولوی محمد عارف صاحب
[illegible] استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھی ایک کتاب بنام "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" رقم فرمائی
[illegible] میں قال اقول کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ جناب سنبھلی اپنی اس کتاب "بریلوی فتنہ کا
[illegible] روپ" کے ص ۱۲۵ پر رقمطراز ہیں۔

> اس زمانہ "یعنی ایام تحریک آزادی" میں مسلمانوں کے اندر کسی نیاز مند سرکار کا
> تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں مولانا ارشد القادری کے اوپر والوں میں ایسے لوگ
> اسوقت بھی پائے گئے ہوں تو ان کا اسے بعید نہ سمجھنا ٹھیک ہے۔ جناب
> ارشد القادری صاحب میں کچھ ہوش، گوش ابھی باقی رہ گیا ہو تو ہم انھیں پیر دانا
> شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نصیحت یاد دلائیں کہ ہر جگہ گھوڑا دوڑانا ٹھیک نہیں تی
>
> نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ۔ کہ جاہا سپر باید انداختن
>
> وہ کہاں اس تاریخ جہاد بیکار کی باتوں میں اپنی ہنسی اڑوانے داخل ہو گئے
> انکے لئے مذہبی فتنہ انگریزی اور گندم نمائی و جو فروشی کا میدان بہت ہے
>
> (بریلوی فتنہ کا نیا روپ ص ۱۲۵)

سنبھلی صاحب فرماتے ہیں کہ اس دور میں کسی نیاز مند سرکار کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حالانکہ
اس دور میں اتنے بڑے بڑے اور اونچے لوگ نیاز مند سرکار تھے کہ جنکا آج تصور بھی
نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے سنبھلی صاحب کی تاریخ دانی پر حیرت ہے۔ سر سید احمد خان کون تھے
شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد کون تھے۔ شمس العلماء میاں نذیر حسین کون تھے وغیرہ وغیرہ بے شمار
خان بہادر اور شمس العلماء قسم کے لوگ اگر نیاز مند سرکار نہیں تھے تو یہ خطابات کس صلے میں عطا ہوئے تھے
اس مُبلغ علم پر "سوانح قاسمی" کے مندرجات کے مطابق اگر ان محترم کو مالیخولیا کا مریض کہہ دیا
جائے تو شاید کچھ غلط بات نہ ہوگی۔

اب انھیں کون بتائے کہ علامہ ارشد القادری کے اوپر والے بڑے جانباز لوگ تھے

وہ انکے "امام ربانی" کیطرح تسبیح دکھا دکھا کر تقیہ نہیں کرتے تھے۔ وہ انگریزوں کو اعلانیہ
مجاہد نہیں کہلواتے تھے۔ اور نہ ہی جہاد کے پہلے اور جہاد کے بعد انگریزوں کی دعوت
کرتے تھے۔ اور نہ ہی انگریزوں کی عملداری کو اپنی عملداری اور انگریزوں کی فتح کو اپنی فتح
سمجھتے تھے۔ رہی جناب سنبھلی اور انکے رفقاء کی تاریخ دانی تو وہ بھی اس کتاب کے پڑھنے
کے بعد ظاہر ہو جائے گی اور معلوم ہو جائیگا کہ انکی تاریخ دانی کا معیار کیا ہے۔

بہرصورت اس باب میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ان حضرات علمائے کرام نے (جن کی بات
ہوئی ہے) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کوئی مجاہدانہ کردار ادا نہیں کیا ہے۔ باقی یہ تو آپ
جانتے ہیں کہ ؎ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔

پروپگنڈے کے بل بوتے پر کوئی مجاہد اکبر بنجائے یا کچھ اور "سب کچھ ہو سکتا ہے"
چند اختلاف کے باوجود ہم یہاں اہل حدیث اہل قلم برق التوحیدی کا ایک تجزیہ نقل کرتے ہیں
جو ان کے حقیقی خدوخال نمایاں کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

جماعت دیوبند ہر سہرا اپنے سر سجانیکی آرزومند ہے۔ (برق التوحیدی)

علمائے دیوبند کی ہمیشہ ایسی ہی دورخی اور منافقانہ پالیسی رہی ہے اور مستقبل کی
تاریخ کے پیش نظر ابنائے دیوبند نے ہمیشہ منافقانہ کردار ادا کیا۔ آپ حیران ہوں گے
کہ اگر ایک طرف تحریک ریشمی رومال کا سہرا مجاہدین چمرقند اور حمس سے چھین کر
مولانا سندھی ایسے اشتراکیت اور نام نہاد انقلابی کے سر پر تھوپا جاتا ہے تو دوسری
طرف اسی خاندان دیوبند کے چشم و چراغ اور ایک حلقہ کے شیخ المشائخ کے بھائی
انگریز کو مخبری کرتے ہیں اور محمود الحسن کو گرفتار کروا دیا جاتا ہے۔
تحریک پاکستان میں اگر ایک طرف شبیر عثمانی کا نام لیکر آج پاکستان کے تصور سے
تعمیر و تکمیل تک کو علمائے دیوبند کی کوشش کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے تو دوسری
طرف مدنی جیسے مردود اقبال بھی تھے۔ کہ اگر پاکستان نہ بنتا تاریخ فیصلہ
انکے خلاف دیتی تو پھر بھی علماء دیوبند ہی کی کرامات کا مظہر ہوتا۔

پھر دیکھئے ۱۹۵۳ء کو ایک تاریخ نے اسے سنہری الفاظ میں لکھا ہے تو محض اولیائے
دیوبند کی برکات کا نتیجہ ہے۔ لیکن اگر تاریخ کا اونٹ دوسری کروٹ بیٹھتا تو احتشام الحق
تھانوی، شفیع، ظفر احمد انصاری و عثمانی محمد حسن اور خیر محمد جالندھری جیسے ختم نبوت
کے وارث علمائے دیوبند کا طرّہ آپکو سب سے زیادہ بلند نظر آئیگا۔
اسکے بعد ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کیطرف نظر دوڑایئے اگر مستقبل نے اسے
تابین و درخشندہ تحریک قرار دیا تو کریڈٹ علمائے دیوبند کا نصیب مقدر ہوگا۔
کیونکہ بنوری کی بزرگی کا نتیجہ تھا۔ لیکن اگر وہ تحریک کوئی اور رخ اختیار کر لیتی خدانخواستہ
تو پھر وہ تمغہ جرأت بھی فضلائے دیوبند ہی کو ملتا۔ کہ مولانا تھانوی اور ہزاروی
اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت بھٹو کی پشت پر تھے بالاختصار اسکے بعد آپ پاکستان
کے میدان سیاست میں اتریں جسکی گہما گہمی تقریباً ایوبی دور سے شروع ہوتی ہے
چنانچہ اگر حالات کا فیصلہ ایوب کے مخالفین کے حق میں ہوتا تو آپ کو یہی اہل دیوبند
صف اول کے مجاہدین جمہوریت پسند نظر آئینگے۔ اور اگر حالات کا رخ دوسری
طرف ہوتا تو اسی دیوبند کے خلافت راشدہ کے آخری درخشندہ ستارے سر تاج
علمائے دیوبند احتشام الحق آپ کو ایوب کا استقبال کرتے اور گلے میں ہار ڈالتے
(بلکہ امام ضامن باندھتے) نظر آئینگے کہ یہ ایوارڈ بھی اہل دیوبند ہی کا حصہ ہوگا اور
اسلئے بھی کہ حصول مفاد کیوقت تو مفتی محمود نے ایوب کو اپنا ووٹ فروخت
کر دیا۔ لیکن جب تحریک چلی تو جمہوریت کے ہیرو بن بیٹھے اور تاج محمود جیسے
لوگ ریحان کی معرفت رات ہی رات میں اہل ثروت صاحب معراج اور
اڈیٹر بولاک بنا کر دربار ایوب میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔
اور وقت بھٹو کی حکومت کا ذکر چلے تو آپ دیکھینگے کہ اگر بھٹو مخالفت کو تاریخ نے ترجیح
دی تو یہی ابنائے دیوبند ہر اول دستہ ہوں گے لیکن اگر دوسرا پہلو روشن ہوا تو یہی فرزند از
عبد الحکیم، ضیاء القاسمی، تاج محمود، عبد القادر آزاد، عبد الحق کوئٹہ، عبد الباقی، عبد الحق،
ملنگ مولوی حسن شاہ ولایت دیوبند کے بے تاج بادشاہ غلام غوث ہزاروی کی صورت

باوجاہت شکل باجلالت میں بمعہ اہل وعیال چیلے چمٹے نظر آئینگے۔ اور اگر
سرٹیفکیٹ انھیں ملیگا اگر بھٹو کے خلاف اسمبلی میں کاروائی کا کسی مورخ
تذکرہ کیا تو مخالفت میں۔ یہی غلامان دیوبند کے بیت سے ایم ایم آپ کو
۔ لیکن دوسرا رخ قابل انعام واکرام ہوا تو مستحق پھر بھی غلام دیوبندی ہوں گے
شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں کہ محترم اسپیکر صاحب میرا تعلق جمعیت علماء
اسلام سے ہے ہمارے بزرگوں نے انتخابات کے موقع پر جتنی تائید بھٹو صاحب
اور پیپلز پارٹی سے کی ہے اس سے اخبارات پر ہیں قومی اسمبلی میں اسلام کا
معرکہ ص۶۲)

یعنی اس موقع پر بھی دیوبند بزرگان کی بزرگی کے صدقے مستحق انعام ہونگے۔ مشہور
مسلمان نقاد اور توحید پرست ادیب جناب ماہر القادری نے "فاران" میں
خوبصورت اور لطیف پیرایہ میں فرمایا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث اور ان کے
بزرگوں کی اس شدید غلطی کو اللہ تعالیٰ انکی دوسری نیکیوں کے طفیل معاف کرے
اور اگر کسی مورخ کے نوک قلم پر مسئلہ پی پی سے اتحاد اور اختلاف کا آیا تو بصورت
اول یہی دیوبند کے چشم وچراغ مفتی بھٹو سے بغلگیر ہوتے نظر آئینگے اور بصورت
ثانی بھی ضرب اختلاف کے پہلوان بھی یہی ہوں گے۔
اور اگر اس نام نہاد عوامی حکومت سے حصول مفاد کا مسئلہ درپیش ہوا تو ایک
طرف آپکو مفتی صاحب وزارت علیا پر بھی کار سے مستفی ملینگے۔ لہذا مستحق تعریف
علماء دیوبند کی یہی سادگی ہوگی۔ کہ یہ رحمت ہے علمائے دیوبند کی دعاؤں کے
صدقے۔ لیکن دوسری طرف کئی قاسمی آپ کو روٹ پرمٹ، پلاٹ ایجنسیاں
لیتے بھی ملینگے کہ یہ رحمت ہے علمائے دیوبند کی دعاؤں کے صدقے
اور اگر مستقبل میں بھٹو کی رہائی موضوع بحث بنی اور فیصلہ بھٹو کے خلاف گیا
تو بہت سے فضلائے دیوبند آپ کو حاکم کی سزا کے قائل بھی نظر آئینگے۔
لیکن اگر فیصلہ موافق ہوا اور اگر وہ رہا ہو گئے تو بھی علماء دیوبند کی کرامات کا

تقاضہ ہوگا۔ کیونکہ انھیں کئی حقوق حاصل ہیں جو بھٹو کی رہائی کا تقاضہ رکھتے ہیں
اور اگر ضیاء الحق کی مارشل لا کو تاریخ نے نظریہ ضرورت کے تحت صحیح قرار دیا تو
بھی متعدد غلامان دیوبند آپ کو ضیاء حکومت سے تعاون کرتے ملینگے۔
لیکن اگر مارشل لا درست نہ ہوا۔ اور اسکے خلاف جہاد ضروری ہوا تو بھی سب سے
بڑے اور پہلے مجاہدین جمہوریت علمائے دیوبند ہی ہونگے کہ احترام اور ارشاد الحق
تھانوی نے لاٹھیاں کھائیں۔ اور گرفتاریاں پیش کیں۔
بہرحال اس مختصر سی داستان دلخراش کے پیش نظر آپ جب بھی دیکھیں اور جس
طرف بھی دیکھیں تو آپکو اس متضاد پالیسی کی کرشمہ سازیاں نظر آئینگی۔ کہ یہ بھی علمائے
دیوبند کی برکات ہے۔ وہ بھی اولیاء دیوبند کی کرامت۔ یہ بھی علماء دیوبند کی دعاؤں
کا نتیجہ ہے۔ اور وہ بھی فضلائے دیوبند کی کوشش کا ثمرہ۔ یہ بھی علماء دیوبند کے
علم وفضل کا کرشمہ اور وہ بھی خدام دیوبند کے ہنر وفن کا مظہر۔ غرض کہ جدھر سے
تمغہ کریڈٹ اور ایوارڈ آئے تو خاندان دیوبندی کا نام ہوگا۔ خواہ وہ ذلت و
رسوائی کا ہو یا عزت وشرافت کا۔ گویا کہ ع جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
ادبین۔ شاید آپ سمجھیں کہ یہ تمام امور وواقعات حادثاتی یا اتفاقی ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں
بلکہ مبنی بر تعمد اور ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ابنائے
دیوبند نے۔ ہر محاذ پر کسطرح محاذ آرائی شروع کر رکھی۔ مثلاً سیاست بازی جیتنے
کیلئے جمعیت علمائے اسلام۔ مرزائیت پر فتح یاب ہونے کیلئے تحفظ ختم نبوت
حالانکہ کوئی وقت تھا کہ یہ تنظیم تمام مکاتیب فکر کا ایک متفقہ مسئلہ کا نشان
امتیاز واتحاد تھا۔ لیکن اب دیوبندی نہیں بلکہ صرف تاج محمود لیمیٹڈ کا دوسرا نام
ہے۔ لیکن اس سے حصول نتائج بھی علمائے دیوبند کی کرامات ہی ہونگے اہل تشیع
کے مقابلہ میں تحفظ ناموس صحابہ کی تنظیم معرض وجود میں آئی کہ اگر کسی وقت اس
سلسلے میں انعام وصول کرنیکا موقع آیا تو ہمارے منہ کا پانی خشک نہ ہوگا۔ تحریک
وبدعت کے خلاف اٹھائی گئی جماعت "اشاعۃ التوحید والسنۃ" ہے

تاکہ وقت آنے پر یہ ایوارڈ بھی ہمارے حصے میں آسکے۔ تبلیغ و ارشاد کیلئے تبلیغی جماعت اور مرکز چنیوٹ کا ہتھیار استعمال ہوا۔ کہ اس میدان میں بھی کوئی موقعہ علمائے دیوبند کے ذریعہ پڑے اسلام کو اپنے نام رجسٹری کروانے کا ضائع نہ ہونے پائے اہل حدیث حضرات کے خلاف نفس وجود کو ناکافی تصور کرتے ہوئے "انجمن حزب الاحناف" بنالی کہ رضا خانیوں کی ہمدردیاں حاصل کرکے اہل حدیث سے مشاجرات کا کریڈٹ بھی کوئی اور نہ لیجانے پائے — اور بریلویت کے خلاف محاذ آرائی کیلئے سواد اعظم کا عظیم فراڈ رچایا۔ کہ اہل حدیث کو استعمال کرکے بوقت الغم ہم حاضری دے سکیں اور بالفرض یہ تنظیمیں حصولِ منزل میں ناکام رہتی ہیں تو کریڈٹ لیتے پھر بھی آپکو علمائے دیوبند ہی تمام سے آگے نظر آئینگے کہیں مرزا قادیانی کی حمایت ہے۔ تو دوسری طرف ہاتھ کی صفائی کا کرتب اور اہل تشیع سے بھی مصالحت ہوسکتی ہے کہ شعوری اور غیر شعوری طور پر توہین صحابہ میں یہ کوئی کم مقام تو نہیں رکھتے۔ اسی طرح عجمی مشرکین سے بھی دوستی ممکن ہے کہ مجاوران دین پور، خانقاہ کندیاں، تھانہ بھون اسی بیماری کا تو علاج ہیں

(ہفت روزہ افق ۲۲ اپریل تا ۲۹ اپریل ج ۲ شمارہ ۱۷ ص ۳۰)

یہ ہیں علمائے دیوبند کے اضطرار اور کردار بیقرار کی چند جھلکیاں جسے اہل حدیث مضمون "برق التوحیدی" نے نہایت جارحانہ انداز میں لکھا ہے۔

اگر ہم یہاں بخاری و مسلم سے دو حدیث لکھدیں تو شاید بات بہت واضح ہوجائے مَثَلُ الْمُنَافِقِ۔ منافق کی مثال۔

كَالشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيْرُ اِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً وَاِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً۔

(اس بکری کیطرح ہے (جو بکرے کی تلاش میں) دو ریوڑوں کے درمیان پھرتی رہتی ہے (رواہ مسلم) بدترین لوگ۔

تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (بخاری و مسلم)

(قیامت کے دن بدترین لوگ دو چہروں والے ہونگے (یعنی منافق) ایک چہرے سے ان کی طرف آئینگے اور دوسرے چہرے سے دوسروں کی طرف)

اس باب میں جناب شورش مرحوم نے بڑے جارحانہ انداز میں کہا ہے

گاہ گنگا گاہ جمنا پر وضو کرنے لگے	ہم انھیں عالم سمجھتے تھے مگر دجال ہیں
پیر و مرشد تھے کبھی انکے ولبھ بھائی پٹیل	اب بھی انکے ذہن میں پنڈت جواہر لال ہیں
قائداعظم کی شخصیت سے نفرت آجتک	اس پہ دعویٰ کہ اپنے دور کے ابدال ہیں
پانی پت دھرم دھاری کلچر کی گنگی کیساتھ	کیسے کیسے لوگ شورش صاحب اقبال ہیں

(ہفت روزہ چٹان ۱۹۷۰ء ۱۵ اجون ص۸)

تحریکِ خلافت

دورِ حزماں

جنگ آزادی کے دوران برصغیر کے وسیع و فراخ سینے پر جو ہولناک اور لرزہ خیز خونی کھیل کھیلا گیا۔ اسکا ذکر اتنا لرزہ خیز ہے کہ دل اور قلم دونوں سہم اٹھتے ہیں۔ برصغیر کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی بے گور و کفن لاشیں مدتوں ظلم و ستم کی دردناک داستانیں سناتی رہیں۔ جلے ہوئے منہدم مکانات سے اٹھنے والے دھوئیں آہوں کیساتھ نہ جانے کن بلندیوں میں کھوجاتے تھے۔ اور ایک طویل مدت گذر گی کسی قابل ذکر انقلاب نے کروٹ نہیں لی

گویا پوری قوم حسرتوں اور مایوسیوں کی اتھاہ تاریکیوں میں گم ہوگئی تھی۔ یا پھر ظلمات کے بیکراں سمندر نے قوم کے جیالوں کو نگل لیا تھا — قائدین یا تو شہادت کی سعادت حاصل کر چکے تھے یا کالے پانی کے جہنم کدہ میں صبر و استقامت کیساتھ صعوبتوں کے دن گذار رہے تھے — اور جو باقی بچے تھے عفو و عافیت کی تلاش میں تھے۔

ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے عزت کے بجائے ذلت کو قبول کرلیا تھا انھیں آزادی سے زیادہ غلامی پرکشش نظر آرہی تھی۔ دنیاوی وجاہت کی چاہت میں عزت کی سعادت بھول گئے تھے۔ خطابات و نوازشات کی چکا چوند نے عزت ملی کو

پامال کر دیا تھا ۔ بہرصورت گورے حکمرانوں اور اُنکے کالے غلاموں کے لگائے ہوئے
بیحد کاری تھے ۔ سسکیوں اور ہچکیوں کے ختم ہونے میں ایک مدت گذر گئی ۔

کچھ انجمنیں کچھ کمیٹیاں

اس دوران میں کئی انجمنیں اور کمیٹیاں در الیوسی ایشنیں
(۱) برہمو سماج بنگال میں (۲) پرارتھنا سماج
(۳) آریہ سماج پنجاب میں ۔ (۴) تھیاسوفیکل سوسائٹی مدراس میں ۔
اسی طرح ۱۸۷۴ء میں اور اسکے قریب میں ۔ مہاجن سبھا مدراس میں ۔ سو
سبھا پونہ میں ۔ انڈین الیوسی ایشن بنگال میں ۔ بمبئی ایسو ایشن بمبئی میں ۔
اور پھر ۱۸۸۵ء میں آل انڈیا یونین بنی ۔ اور اس کے سال بعد ہی ۱۸۸۶ء میں آل
کانگرس بن گئی ۔ جسے ایک انگریز مسٹر ہیوم نے قائم کیا ——— اسی طرح ۱۸۹۳ء میں
تلک نے ایک انجمن مخالف ذبیحہ گاؤ آرڈیننس الیوسی ایشن بنایا ——— اور اسی سال
۱۸۹۳ء میں جسٹس محمود نے ڈیفنس الیوسی ایشن قائم کیا ——— اور پھر اسی
نے ۱۸۹۵ء سیواجی فیسٹیول قائم کیا ۔ مگر ان میں ایک آدھ کے علاوہ تمام انجمنوں
در الیوسی ایشنوں کے قائم کرنیوالے کٹر ہندو تھے ۔ اور ان میں سے اکثر صراحۃً مسلمانوں
کے خلاف صف آرا تھے ۔ ان ہندوانہ تحریکوں نے مسلمانوں کو کچل کر رکھدیا تھا ۔ حالات
ناموافقت نے انھیں پامال کر دیا ۔ انھیں اتنے زخم آئے تھے کہ انکا شمار ممکن نہیں ۔

ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اور پھر انھیں زخموں کے دیکھتے گنتے پوری اُنیسویں صدی ختم ہوگئی ۔ بالآخر بیسویں
انقلاب آفریں دور شروع ہو گیا ۔

مسلم لیگ کا قیام

اگر اجازت ہو تو کہدوں کہ ع ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا
۱۹۰۶ء میں بمقام ڈھاکہ نواب سلیم اللہ خان ۔ نواب وقار
، اور مولانا محمد علی کی کوششوں سے مسلم لیگ قائم ہوئی مگر اُسے بھی ملک گیر حیثیت
کرنے میں سالہا سال لگ گئے ۔ اور پھر انھیں ایام میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ پورے
میں تحریکات کا ایک عظیم طوفان برپا ہو گیا ۔ مجاہدین نے ایک نئی کروٹ لی ۔ حریت

میں ظاہر ہوئے ۔ دبی ہوئی چنگاریاں بھڑکنے لگیں اور جذبہ جنوں آگے بڑھنے کو
گیا ۔

تحریک خلافت اور چند دوسری تحریکیں

ان میں "تحریک خلافت" "تحریک ترک موالات" "تحریک ہجرت" اور "تحریک ترک
ہندو مسلم اتحاد" یعنی متحدہ قومیت کا نعرہ مستانہ ۔ اور بہت سی چھوٹی بڑی تحریکوں نے جنم
برصغیر کے وسیع و عریض سینے پر انمٹ نقوش چھوڑ گئیں ۔
چونکہ ہم کتاب کے موضوع کے اعتبار سے صرف انھیں تحریکات کا جائزہ لے سکتے ہیں
تحریک کہلاتی ہوں اور جن میں علماء حق اور علمائے اہلسنت پر اعتراضات وارد کئے گئے
لہٰذا پہلے تحریک خلافت !
تحریک خلافت کے بارے میں ابتدا ہی سے ہمارا نقطہ نظر بالکل واضح اور غیر مبہم رہا ہے
اس باب میں جو بات بے شمار شواہد کو سامنے رکھ کر قطعیت کیساتھ کہی جاسکتی ہے وہ یہ
نفس تحریک خلافت سے امام احمد رضا اور انکے رفقاء کو قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا ۔
اس تحریک خلافت کے طریقہ کار اور اس مذہبی ، ملی ، دینی اور اصلاحی مسئلہ میں ہندوؤں
اخوت واستعانت اور گاندھی جیسے اسلام دشمن کی قیادت وسیادت سے سخت اختلاف
تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں امام احمد رضا کی مخالفت کی گئی اور انھیں نہ صرف یہ کہ
خلافت کا دشمن قرار دیا گیا بلکہ انگریز دوستی کا الزام بھی چسپاں کیا گیا ۔ (جسے کبھی ثابت
کرنے کی کوشش نہیں کی گئی) ۔
مگر ابھی بہت دن نہیں گذرے تھے کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حق وہی تھا
امام احمد رضا اور اُنکے رفقاء نے فرمایا تھا ۔ جوش وجذبات کے دھارے جیسے ہی تھمے
سچائی وصداقت کا پرچم لہرا اُٹھا ۔ اور ہندوؤں سے مودت ورفاقت اور مشرکوں سے موافقت اور
استعانت کی قلعی کھل گئی اور جھوٹی اخوت کی سیاہ نقاب تار تار ہو گئی ۔ ملمع اُترتے ہی اندر کا بھیانک
ہندو ظاہر ہو گیا ۔
اور حد یہ ہے کہ یہ تحریک خلافت جسکے لئے چلائی گئی تھی اور جسکے لئے بے پناہ قربانیاں دی

گی تھیں۔ اور جنکے استقلال کیلئے سینے چھلنی کروائے گئے تھے، اور جن کی بقا کیلئے [illegible]
اپنے بچوں کو۔ بہنوں نے اپنے بھائیوں کو، بیویوں نے اپنے شوہروں کو قربان کر دیا [illegible]
کا انجام کچھ اچھا نہیں ہوا۔

مصطفیٰ کمال پاشا اور انکے ساتھیوں نے برسر اقتدار آتے ہی صرف خلافت [illegible]
بے شمار شعائر اسلام کو بھی پامال کر دیا اور سیکولر (لادینی) حکومت کا اعلان کر دیا [illegible]
میں تالے پڑ گئے۔ اذانیں بند ہو گئیں۔ اور باپردہ خواتین کی نقابیں نوچ کر نذر آتش کر دیا گیا

تحریک خلافت کا تاریخی پس منظر

۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو بمبئی میں خلافت کمیٹی [illegible]
عمل میں آیا اور ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں [illegible]
خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں کہ

جنگ عظیم اول کے بعد ترکی کیساتھ انگریزوں نے جو سلوک کیا۔ اسکے پیش نظر
مسلمانوں کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہ گیا تھا — کہ وہ ایک ملک گیر
تحریک کا آغاز کریں۔ ادھر پنجاب میں جلیانوالہ باغ کا حادثہ پیش آگیا جس کی وجہ
سے ہندو مسلم اتحاد میں مدد ملی ہندو اور مسلمان دونوں انگریزوں کے خلاف متحد
ہو کر کوئی قدم اٹھانیکا فیصلہ کیا چنانچہ ہندوستانی مسلمانوں نے مجلس خلافت
کے نام سے ایک جماعت کی دہلی میں ۱۹۱۹ء کو مولوی فضل حق کے زیر صدارت
ایک عظیم الشان خلافت کانفرنس منعقد ہوئی مولوی فضل حق نے اپنے خطبۂ
صدارت میں اس بات پر زور دیا کہ خلافت کے مسئلے میں غیر مسلموں کی مدد حاصل
کیجائے خلافت کانفرنس کے اختتام پر مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں۔
نمبر۱ ایران اور ترکی کے مقدس مقامات میں جو زیادتیاں کی گئی ہیں ان پر اظہار
رنج کیلئے مسلمانان ہند جشن صلح میں شریک نہ ہوں۔ اور اسکے خلاف جلسے منعقد کریں
نمبر۲ مسلمان حکومت سے ترک موالات کریں
نمبر۳ اگر حسب منشا ترکی کا فیصلہ نہ ہوا تو پھر ولایتی مال کا بائیکاٹ کیا جائے۔
گاندھی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور یہ اعلان کیا کہ خلافت کے مسئلہ پر وہ

مسلمانوں کا ساتھ دیگا۔ گاندھی کی رائے میں ہندو مسلم اتحاد کا اس سے بہتر
موقع سو سال میں بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

(حصول پاکستان ص ۱۳۷ پروفیسر احمد سعید)

تحریک خلافت اور اس کا رد عمل

اس عنوان کے تحت جناب رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں

تحریک خلافت ایک ہولناک اور لرزہ خیز طوفان کیطرح ہندوستان کے سیاسی
مطلع پر نمودار ہوئی تھی مسلمانوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ وہ سر سے کفن
باندھ کر میدان جہاد میں اتر چکے تھے۔ جیل جانا ایک کھیل بن گیا تھا۔ سینے پر
گولیاں کھانا روزمرہ کا واقعہ تھا — اس طوفان کا رخ جس نے موڑنا چاہا اسکی
پگڑی سلامت نہ رہ سکی۔ یہ مسئلہ مسلمانوں کی موت و زیست کا مسئلہ بن گیا تھا
انہوں نے طے کر لیا تھا کہ جو انکے ساتھ ہے ان کا دوست ہے اور جو ان کے
ساتھ نہیں ہے وہ دشمن کے سوا کچھ نہیں ہے جسے انہوں نے اپنا مخالف سمجھا
(غلط یا صحیح اس کی بحث نہیں) اس کا سیاسی وجود ختم کر دیا گیا۔ محمد علی جناح کو
انہوں نے گوشہ نشینی پر مجبور کر دیا...... اکابر علماء و صلحا اخیار ابرار میں سے
جس نے بھی اس تحریک کی مخالفت کی اسے مسلمانوں کے قومی پلیٹ فارم سے
ہٹ جانا پڑا۔ تحریک خلافت کے مخالف مسلمانوں کی لاشیں تک پڑی رہتی
تھیں لیکن قبرستان میں دفن نہیں ہو پاتی تھیں۔ انکی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی
نہیں ملتا تھا۔ مخالفین کا سماجی مقاطعہ کیا جاتا تھا۔ اور انہیں مسلم محلوں
میں رہنا دوبھر ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر کچلو نے ہندوں کے "سنگھٹن" کے مقابلے میں مجلس تنظیم قائم کی اور مسلمانوں
کی نظر سے اتر گئے۔ خواجہ حسن نظامی نے شدھی کے مقابلے میں تبلیغ کا نعرہ بلند کیا
لیکن مسلمانوں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس سے تحریک خلافت کے کمزور ہونیکا اندیشہ
تھا، ہندو اتحاد میں خلل پڑنے کا اندیشہ تھا۔ کانگریس کی مرکزیت ختم ہونیکا دھڑکا تھا